جس سہانی گھڑی

چمکا طیبہ کا چاند

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خاںؒ چشتی سیالوی

بزم عشاق

ادارہ نجم الہدیٰ جامع مسجد عمرؓ نیو پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد

0300 6661755

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

بات جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے

فخر کہتے ہوئے جبریل کو یوں پایا گیا

اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا

اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

کلام حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

بارہ ربیع الاول محبوب کریم ﷺ کی جلوہ گری، تشریف آوری اور ولادت باسعادت کا مبارک دن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''تحقیق مومنوں پر میرا یہ احسان ہے کہ میں نے ان میں سے (اپنا ایک محبوب ﷺ) رسول بنا کر ان میں بھیجا (القرآن)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی آمد کو نعمت عظمیٰ بتا کر مومنوں پر احسان جتلایا اور حکم فرمایا۔'' اور اپنے رب کی نعمت کا خوب ذکر (چرچا) کرو'' (الضحیٰ)۔ اس لئے بارہ ربیع الاول کو تمام مسلمان رحمت دو جہاں ﷺ کی آمد کی خوشی میں قرآن خوانی، محافل ذکر و درود و سلام، محافل میلاد النبی ﷺ اور جشن میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔

جان رحمت ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں اور آپ ﷺ صاحب جود و سخا، ملجا و ماویٰ، نور مبین، منبع ہدایت اور محبوب خدا ہیں۔ فرمان حق تعالیٰ ہے۔ لولاك لما اظهرت ربوبية'' اے محبوب ﷺ! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا''۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ ''اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ فرماتا''۔ گویا آپ ﷺ کی آمد سے جہاں میں رونق اور آپ ﷺ کی زیارت سے لوگوں کو ایمان نصیب ہوا۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللعالمین اور مراۃ الرحمٰن ہیں۔ رحمت کائنات ﷺ کے پاس جو صفت بھی موجود ہے دائم ہے۔ آپ ﷺ دائم الرضا ہیں، دائم الزہد ہیں، دائم الشوق ہیں، دائم الصبر ہیں، دائم الصدق ہیں، دائم الامر ہیں، دائم الفکر ہیں۔ غرضیکہ رحمت دو جہاں ﷺ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ حسن آپ ﷺ کی صفت ہے اور صفت آپ ﷺ کا حسن ہے۔

اخلاقیات کے تمام مکاتیب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ رحم، اخلاق کی اعلیٰ صفت ہے اور محسن کائنات ﷺ کی ذات مبارکہ میں رحم اور رحمت کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ''آپ ﷺ تمام مخلوق کے لئے رحمت مجسم بنا کر بھیجے گئے ہیں''۔ اپنا بیگانہ، مومن، کافر، چرند، پرند، ذی جان، بے جان، مرئی یا غیر مرئی، کوئی مخلوق ہو آپ ﷺ کی رحمت کا سایہ سب کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کو جب بھی کسی نے کفار پر لعنت بھیجنے کے لئے کہا رحمت دو جہاں ﷺ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ ''میں لعنت کے لئے نہیں رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں''۔ غرض جان رحمت ﷺ کی ذات گرامی اتنی مکمل ہے کہ آپ ﷺ کے دم سے ہی صفات کی تکمیل ہوئی، صفات کو مرتبہ ملا، صفات کو تقدس ملا، پہچان ملی اور عروج ملا۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

محبت سے درود وسلام

الصلوۃ والسلام علیك یارسول الله

وعلیٰ الك واصحابك یا حبیب الله

جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

محترم قارئین کرام! لفظ ''میلاد'' ولادت سے ہے اور میلاد مصطفیٰ ﷺ سے مراد محبوب کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہے۔ عقائد اہل سنت کے مطابق رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ولادت کے دن کو باعث رحمت' سعادت اور خصوصی لطف وعنایت سمجھنا اور اس خوش بختی پر شکر بجالانا اس عطاء وانعام کو یاد کرنا ہر جگہ اس کے ذکر وتذکرے کا اہتمام کرنا' درود وسلام کے تحفے پیش کرنا' اس خوشی کے اظہار میں محفل میلاد اور جشن میلاد کا اہتمام کرنا عین ایمان سے ہے۔ چونکہ محبوب کریم ﷺ کی آمد سے ہی دولت ایمان ورحمت نصیب ہوئی۔ ایک انسان کو مرتبہ انسانی نصیب ہوا۔ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں ورحمتیں آپ ﷺ ہی کی وجہ سے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی کو تمام جہانوں کے لئے رحمت اور مومنین کے لئے انعام واحسان قرار دیا ہے اور اس کی اتباع کا حکم دے کر درجہ محبوبیت کی خوشخبری سنائی ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:۔

☆ بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے (اپنا محبوب ﷺ) رسول مبعوث فرمایا دیا ہے جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور (رسول کے آنے سے) قبل تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

☆ اور (یہ فضل) ان میں دوسرے بعد کے لوگوں کے لئے بھی ہے جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔

☆ اور ہم نے (اے محبوب ﷺ) آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (الانبیاء)۔

☆ وہی (اللہ) جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں ایک رسول بھیجا (الجمعہ)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فضل ورحمت اور احسان ونعمت قرار دینے کے ساتھ ہی اس نعمت کو یاد دلایا کہ اب اس نعمت الٰہی پر شکر بجالاؤ۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:۔

☆ اپنے اوپر کی گئی اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت والفت ڈال دی پس تم اس رحمت الٰہی سے بھائی بھائی بن گئے (القرآن)۔

☆ (اے محبوب ﷺ) آپ فرمادیں کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (رسول ﷺ) کے باعث اس پر خوشی مناؤ یہ خوشی منانا ان چیزوں سے جو وہ جمع کر رہے ہیں کہیں بہتر ہے (یونس)۔

☆ اور (اے مسلمانو!) اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے سوائے چند ایک سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے (النساء)

دوستو! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز واضح فرمادی یعنی اس رحمت باری تعالیٰ کی یاد کا طریقہ بھی بیان فرمادیا کہ اس نعمت واحسان کو بار بار اور ہر جگہ بیان کیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے جبکہ محمد ﷺ کے لفظی معنی بھی یہی ہیں کہ بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ تو گویا یہ ذکر مدحت ونعمت اللہ تعالیٰ ہی بلند کرار ہا ہے۔ فرمان ہے۔ "(اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا" (القرآن)۔

اس کے ذکر کی بلندی اور بیان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واما بنعمت ربك فحدث "اے محبوب ﷺ آپ کے پروردگار نے جو آپ کو نعمت عطا فرمائی ہے اس کا بیان کرتے رہیں" (الضحیٰ)۔ اپنے ذکر وتعریف کے متعلق فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والوتم بھی اس پر درود وسلام بھیجا کرو" (القرآن)۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے یوم ولادت پر سلام بھیج کر اللہ تعالیٰ نے میلاد النبی ﷺ کی ترغیب دی۔ فرمان الٰہی ہے سلام علیہ یوم ولد "(اللہ کی طرف سے) ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے (سورۃ مریم)۔ یہی الفاظ وترتیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیان کروائی گئی۔ والسلام علی یوم ولدت "اور اللہ کی طرف سے مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا" (سورۃ مریم)۔ اس طرح مالک دو جہاں ﷺ خود اپنی ولادت کے دن روزہ رکھتے اور تحدیث نعمت کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے حوالہ سے بارگاہ الٰہیہ میں یوں التجاء پیش کی۔ "اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وہ یوم عید بن جائے" (المائدہ)۔ اب جس نعمت کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مومنین پر احسان کیا کہ تم میں محبوب رسول ﷺ بھیجا تو بھلا اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے گویا محبوب کریم ﷺ کی آمد ولادت پاک کے دن کو بطور عید میلاد النبی ﷺ منانا نہ صرف درست بلکہ رضائے الٰہی کے عین مطابق ہے۔ اب اس مسئلہ کے متعلق جلیل القدر آئمہ دین اور محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں:۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ خود کیا۔ میں کہتا ہوں میرے لئے اس حدیث کی ایک اور اصل بھی ظاہر ہوئی ہے جسے امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی طرف سے ایک عقیقہ خود کیا۔ اسکے ساتھ یہ روایات بھی ہے کہ حضور ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا۔ حالانکہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔ لہذا اس قول میں تطبیق یوں ہو گی کہ وہ فعل (عقیقہ) جسے حضور ﷺ نے خود کیا یہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی پیدائش اور آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث کرنے پر

اظہار تشکر ہے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے باعث شرف ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ خود اپنی ذات پر درود و سلام بھیجا کرتے تھے۔ لہذا ہمارے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہم اظہار تشکر کے طور پر حضور ﷺ کی ولادت پر مسلمانوں کا اجتماع عام منعقد کیا کریں۔ کھانا کھلائیں اور اس طرح کی دیگر تقریبات کا انعقاد کریں۔ آپ ﷺ کی ولادت پر خوشیوں کا اظہار کیا کریں۔

امام شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ اپنی کتاب ''مورد الصادی فی مولد الهادی'' میں لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہر سوموار کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھے:۔

۱۔ جب ابولہب جیسا کافر جس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے اور جس کی مذمت میں قرآن مجید کی سورۃ تبت یداہ نازل ہوئی۔

۲۔ باوجود اس کے جب سوموار کا دن آتا ہے تو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے ہمیشہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔

۳۔ پس کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جس نے تمام عمر حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جشن منانے میں گزاری اور توحید کی حالت میں اسے موت آئی۔

جشن میلاد النبی ﷺ پر امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی مفصل تحقیق

(ترجمہ):۔ اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جن کو نبی کریم ﷺ نے خیر القرون فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی ﷺ میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ عمل (اگرچہ) بدعت ہے مگر ''بدعت حسنہ'' ہے (جیسا کہ) امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور ''مدخل'' میں ابن الحاج کے کلام سے بھی یہی مراد ہے۔ اگرچہ انہوں نے ان محافل میں در آنے والی ممنوعات (محرمات) کی مذمت کی ہے لیکن اس سے پہلے تصریح فرمادی ہے کہ اس ماہ مبارک کو اعمال صالحہ اور صدقہ و خیرات کی کثرت اور دیگر اچھے کاموں کے لئے خاص کردینا چاہئے۔ میلاد منانے کا یہی طریقہ پسندیدہ ہے۔ حافظ ابوخطاب بن وحیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ جنہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب (التنویر فی المولد البشیر والنذیر) تالیف فرمائی جس پر بادشاہ مظفر شاہ ''اربل'' نے انہیں ایک ہزار دینار (بطور انعام) پیش کیا اور یہی رائے ''ابوطیب سبتی'' کی ہے کہ یہ قوص کے رہنے والے تھے یہ تمام علماء جلیل القدر مالکی ائمہ میں سے ہیں۔ یا پھر یہ (عمل مذکور) بدعت مذمومہ جیسا کہ ''التاج الفاکہانی'' کی رائے ہے۔ امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی طرف منسوب عبارات کا حرف بحرف رد فرمایا ہے۔ (بہر حال) پہلا قول ہی زیادہ راجح اور واضح تر ہے۔ بایں وجہ یہ اپنے دامن میں خیر کثیر رکھتا ہے۔ لوگ (آج بھی) ماہ میلاد النبی ﷺ میں اجتماعات کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات دیتے ہیں

اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیکیاں کثرت سے کرتے ہیں اور مولود شریف کے واقعات پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی خصوصی برکات اور بے پناہ فضل وکرم ان پر ظاہر ہوتا ہے۔

جشن میلاد النبی ﷺ پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل تحقیق

(ترجمہ):۔ (محفل میلاد النبی ﷺ قرون ثلاثہ فاضلہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت و شرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دسترخوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا اور اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں۔ بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آتا ہے خصوصی اہتمام شروع کر دیتے ہیں اور نتیجتاً اس ماہ مقدس کی برکات اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں یہ بات تجرباتی عمل سے ثابت ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ و امان اور سلامتی رہتی ہے اور تمنائیں پوری ہونے کی بشارت بہت جلد ملتی ہے۔

اہلیان مصر اور شام کی طرف سے محفل میلاد کا انعقاد

(ترجمہ):۔ محافل میلاد کے اہتمام میں اہل مصر اور اہل شام سب سے آگے ہیں اور سلطان مصر ولادت باسعادت کی رات ہر سال محفل میلاد منعقد کرنے میں بلند مقام رکھتا ہے۔ فرمایا کہ میں ۷۸۵ ہجری میں سلطان ظاہر برقوق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میلاد کی رات الجبل العلیہ کے قلعہ میں حاضر ہوا۔ وہاں وہ کچھ دیکھا جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور بہت زیادہ خوش کیا اور کوئی چیز مجھے بری نہ لگی۔ میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا جو بادشاہ نے اس رات قراء اور موجود واعظین نعت خواناں (شعراء) اور ان کے علاوہ کئی اور لوگوں' بچوں اور مصروف خدام پر تقریباً دس ہزار مثقال سونا' خلعتیں' انواع و اقسام کے کھانے' مشروبات' خوشبوئیں' شمعیں اور دیگر چیزیں دیں۔ جن کے باعث وہ اپنی معاشی حالت درست کر سکتے تھے۔ اس وقت میں نے ایسے پچیس خوش الحان قراء شمار کئے جو اپنی مسحور کن آواز سے سب پر فائق رہے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو سلطان اور اعیان سلطنت سے بیس کے قریب خلعتیں لئے بغیر سٹیج سے اترا ہو۔

شاہان اندلس اور محفل میلاد کا انعقاد

(ترجمہ):۔ سلاطین اندلس اور شاہان بلاد مغرب (یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ) پر رات کو قافلے کی صورت نکلتے جس میں بڑے بڑے ائمہ و علماء شامل ہوتے۔ راستے میں جگہ جگہ سے لوگ ان کے ساتھ ملتے چلے جاتے اور یہ سب اہل کفر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے۔ میرا گمان غالب ہے کہ اہل روم بھی ان سے

کسی طرح پیچھے نہیں تھے اور وہ بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح محافل میلاد منعقد کرتے تھے اور بلاد ہند میں میلاد النبی ﷺ کی تقریبات جیسا کہ بلند پایہ نقاد علماء اور اہل قلم حضرات نے مجھے بتایا ہے ہندوستان کے لوگ دوسرے ممالک کی نسبت بڑھ چڑھ کر ان مقدس اور بابرکت تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں۔

اہل مکہ کی طرف سے محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

(ترجمہ):۔امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ خیر و برکت کی کان ہیں۔ وہ اس مشہور مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی جائے ولادت ہے۔ یہ سوق اللیل میں واقع ہے (متوجہ اس لئے ہوتے ہیں) تاکہ ان میں سے ہر کوئی اپنے مقصد کو پالے۔ یہ لوگ عید (میلاد) کے دن اس اہتمام میں مزید اضافہ کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی نیک یا بد' سعید یا شقی اس اہتمام سے پیچھے رہ جائے۔ خصوصاً امیر حجاز (شریف مکہ) بلاتردد (بخوشی) شرکت کرتے ہیں اور امیر حجاز (الشریف) کی آمد پر اس جگہ ایک مخصوص نشان بنایا جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں نہ تھا اور مکہ کے قاضی اور عالم ''البرہانی الشافعی'' نے بے شمار زائرین' خدام اور حاضرین کو کھانا اور مٹھائیاں کھلانے کو پسندیدہ قرار دیا ہے اور وہ (امیر حجاز) اپنے گھر میں عوام کے لئے وسیع و عریض دسترخوان بچھاتا ہے۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ آزمائش اور مصیبت ٹل جائے اور اس کے بیٹے ''الجمائی'' نے بھی خدام اور مسافروں کے حق میں اپنے والد کی اتباع کی ہے۔

اہل مدینہ کی طرف سے محفل میلاد کا انعقاد

(ترجمہ):۔اہل مدینہ (اللہ ان کو زیادہ کرے) بھی اسی طرح محافل منعقد کرتے ہیں اور اس طرح کے امور بجالاتے ہیں اور بادشاہ مظفر شاہ اربک رحمتہ اللہ علیہ اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ اہتمام کرنے والا تھا (جو کہ امام نووی کے شیوخ میں سے ہیں اور صاحب استطاعت بزرگ ہیں)۔ علامہ ابوشامہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الباعث علی البدع والحوادث'' میں اہتمام پر اس (بادشاہ) کی تعریف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اس طرح کے اچھے امور اس (بادشاہ) کو پسند تھے وہ ایسے افعال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتا تھا۔ امام جزری اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گو ان امور کی بجا آوری سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کی شادمانی و مسرت ہی مقصود ہو۔ آگے مزید فرماتے ہیں کہ جب عیسائی اپنے نبی کی شب ولادت کو بہت بڑے جشن کے طور پر مناتے ہیں تو اہل السلام حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کے یوم ولادت پر بے پناہ خوشی و مسرت کا اظہار کریں۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کی حتمی رائے

قرآن مجید کی آیت مبارکہ لقد جاء کم رسول میں اس امر (یعنی میلاد مصطفیٰ ﷺ) کی طرف

توجہ دلائی گئی ہے اور حضور ﷺ کے وقت ولادت کی تعظیم وتکریم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔فرمایا بنابریں اس روز وہی اعمال بجالانے چاہئیں جن سے اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کا مفہوم پایا جائے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)۔ جہاں تک سماع اور لہو وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ کہنا مناسب ہے کہ جو قوالی (سماع) اصل میں جائز ہے اور اس دن کی خوشی کے اظہار میں مددگار ہے تو اس کو اس سے ملانے میں حرج نہیں اور جو مکروہ وحرام ہے وہ منع ہے۔ یونہی جس کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ہو بلکہ ہم تو اس مہینے کی تمام راتوں اور دنوں میں محفل میلاد کے انعقاد کو اچھا سمجھتے ہیں۔اس بارے میں مصر وشام کے بہت بڑے قاضی ''ابن جماعہ'' کی تائید اس عمل کے بارے میں یوں ملتی ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں تھے تو حضور ﷺ کے میلاد کا کھانا تیار کراتے' لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے اگر مجھے اس سے زیادہ استطاعت ہو تو میں پورا مہینہ ہر روز یونہی میلاد شریف کی محفل منعقد کرتا رہوں۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں جب میں خود ایسی ضیافت کا اہتمام نہ کر سکا تو یہ اوراق لکھنے بیٹھ گیا تا کہ یہ ایسی معنوی' نوری ضیافت ہو جائے جو صحیفہ کائنات پر رہتی دنیا تک باقی رہے۔ کسی سال مہینے سے مختص نہ ہو اور اس لئے میں نے اس کتاب کا نام ''المورد الروی فی مولد النبی'' رکھا ہے۔

مشہور محدث امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ ہمیشہ مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' مصر' شام' یمن غرض شرق سے غرب تک تمام بلاد عرب کے باشندے میلا النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے ۔جب ربیع الاول کا چاند دیکھتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی ۔چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے۔

امام نووی کے شیخ امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔شہر ''اربل'' کو خدا تعالیٰ حفظ و امان عطا کرے۔اس بابرکت شہر میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اظہار فرحت وسرور کے لئے صدقات وخیرات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' نیک کام کئے جاتے ہیں' صاف ستھرے لباس پہنے جاتے ہیں۔ یہ ایک حسین ترین طریقہ ہے جو اگرچہ نو ایجاد ہے مگر اس کے حسین ہونے میں کلام نہیں کیونکہ اس سے جہاں ایک طرف غرباء ومساکین کا بھلا ہوتا ہے وہاں اس سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ محبت کا پہلو بھی نکلتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اظہار شادمانی کرنے والے کے دل میں اپنے نبی کی بے حد تعظیم پائی جاتی ہے اور ان کی جلالت وعظمت کا تصور موجود ہے گویا وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس نے بے پایاں رحمت عطا فرمائی اور وہ محبوب ان کو دے دیا جو تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم ہے۔

امام سخاوی (صاحب المقاصد الحسنہ)

(ترجمہ):۔ دنیا کے کونے کونے اور مختلف ممالک میں بسنے والے تمام اہل اسلام ہمیشہ سے ربیع

الاول کے مہینے میں میلاد کی یاد مناتے ہیں۔اس موقعہ پر وہ تمام نیک کام کرتے آئے ہیں جو خوشی، نیکی اور محبت کا مظہر ہوتے ہیں چنانچہ صدقات و خیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں۔میلاد کے چرچے کرتے ہیں، جن کی برکات ان پر بہر طور ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں۔اس طرح ان کی دیکھا دیکھی یا حضور ﷺ کی محبت و تعظیم کے باعث بعض لوگ ولادت باسعادت کا دن مناتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو اس پیار و محبت اور اہتمام کوشش پر جزا دینے والا ہے۔چنانچہ اس دن کو اہتمام سے منانا اور اس کی تعظیم کرنا، حسن نیت اور حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اجر عظیم کا باعث ہوسکتا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ ہمارے ہاں میلاد و اذکار کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ زیادہ تر بھلے کاموں پر مشتمل ہوتی ہیں۔مثلاً ان میں ذکر کیا جاتا ہے۔حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور صدقات دیئے جاتے ہیں یعنی غرباء کی امداد کی جاتی ہے۔

امام نصیر الدین ابن اطباخ رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ کسی شخص نے میلاد کی شب لوگوں کو جمع کیا انہیں حلال و طیب کھانے کھلائے اور صحیح روایات سے ثابت واقعات سنانے کا اہتمام کیا۔اگر یہ سب کچھ میلاد پاک کی خوشی میں ہے اور اس کی نیت صحیح ہے تو یہ سب کچھ جائز ہے اور ایسا کرنے والے کو ثواب ملے گا۔

امام جلال الدین کتانی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن بڑا ہی مقدس، بابرکت اور قابل تکریم ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان اور آپ ﷺ کو ماننے والا آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی منائے تو وہ نجات و سعادت حاصل کر لیتا ہے اور اگر ایسا شخص خوشی منائے جو مسلمان نہیں اور دوزخ میں رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو تو اس کا عذاب کم ہو جاتا ہے۔اس لئے خوشی اور مسرت کا اظہار اور اپنی حیثیت کے مطابق خصوصی اہتمام بہت ہی مناسب ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، صدقات و خیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ان دنوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں (ما ثبت من سنتہ)۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا' لیکن ایک سال (بوجہ عسرت) کھانے کا اہتمام نہ کر سکا' مگر میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ خوش وخرم تشریف فرما ہیں (الدر الثمین)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کر رہے تھے اور واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار وتجلیات کی برسات شروع ہو گئی۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا' بہرحال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کون سا معاملہ تھا (فیوض الحرمین)۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود نہ ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے۔ اگر اہتمام تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزماں ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (شائم امدادیہ 94)۔ آپ آگے چل کر لکھتے ہیں! مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اس قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں سے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں (شائم امدادیہ 87, 88)۔ مشہور کتابچہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں فرماتے ہیں۔ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے' بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہے اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں' خلاف شرع کہتے ہیں۔ دن اور تاریخ کے تعین کے

بارے میں لکھتے ہیں۔جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین، بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور خیر کرتے ہیں اور قرأت اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہئے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں (فتاوی عبدالحی ۲:۲۸۳)۔

امام قطب الدین الحنفی رحمتہ اللہ علیہ اور اہل مکہ کا جشن میلاد

(ترجمہ):۔صدیوں سے اہل مکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے رہے ہیں۔اس کی تفصیل یوں ہے۔۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہوجاتا ہے۔تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوجاتے ہیں اور ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزارتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں (یہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے) وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے کہ جگہ نہیں ملتی۔پھر عالم دین وہاں خطاب کرتے۔تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے۔واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام میں ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا۔پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی۔اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

مفتی عنایت اللہ کاکوروی رحمتہ اللہ علیہ اور اہل حرمین کا معمول میلاد

حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلامیہ میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے مولود شریف پڑھتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی کھاتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیم ہے اور سبب ہے ازدیار محبت جناب رسول اللہ ﷺ کا بارھویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد نبوی شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں یہ مکان ولادت آنحضرت ﷺ (تاریخ حبیب الٰہ ۱۵)۔

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

میلاد خوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارھویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی فعل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ان کو ناجائز کہنے کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہئے۔مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے۔یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کبھی اس طور سے میلاد خوانی

کی نہ جلوس نکالا ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اور اس کو ناجائز نہیں کر سکتا (فتاوی مظہری ۴۳۵،۴۳۶)۔

شیخ محمد بن علوی المالکی المکی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے

(ترجمہ):۔ بے شک میلاد النبی کی محفل حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی و مسرت سے عبارت ہے اور اس اظہار خوشی پر تو کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ سوموار کے روز اس لئے ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دینے کی بناء پر (اظہار مسرت کی وجہ سے) آزار کر دیا تھا۔

مکہ معظمہ میں جشن میلاد النبی ﷺ کی اخباری رپورٹ ۱۹۱۷

گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جب کہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی ﷺ پر مبارک باد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلے پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف کو عید میلاد کی مبارک باد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے۔ نبی کریم ﷺ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبی ﷺ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبی ﷺ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرت احمد ﷺ بیان کی۔ جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے اور ایک عالم سکوت تھا جو تمام محفل پر طاری تھا۔ ایسے متبرک مقام کی بزرگی کسی کو حرکت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی تھی اور اس یوم سعید کی خوشی ہر شخص کو بے حال کئے ہوئے تھی۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی۔ جس میں عالم انسانی کے اس انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاصۃ الجود ذات تھی ﷺ۔ آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر سب نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی۔ پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشاء ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان میں مقررہ سالانہ بیان میلاد سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے اخلاق و اوصاف نبی اکرم ﷺ بیان کئے۔

عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اس سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے (ماخوذ از اخبار' القبلہ' مکہ مکرمہ) (ماہنامہ ''طریقت'' لاہور مارچ

۱۹۱۷ء:۲۱، ۲۲، ۲۳)۔ باری تعالیٰ نے خود ولادت محمدی ﷺ کے موقع پر بزم کائنات میں جشن کا سماں پیدا فرمایا تا کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی اور جشن سنت الٰہیہ قرار پا جائے۔ اس کی تفصیلات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں ہم صرف اشارات سے کام لیتے ہیں۔

☆ ولادت محبوب ﷺ کے وقت ستاروں کو نیچے اتار کر دنیا میں چراغاں کیا گیا۔
☆ مشرق و مغرب تک پوری زمین بقعہ نور بنا دی گئی حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے شام کے محلات تک دیکھ لئے۔
☆ آسمان اور جنت کے سب دروازے کھول کر عالم بالا کو خوشبوؤں سے مہکا دیا گیا۔
☆ مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر پرچم لہرا دیئے گئے۔
☆ ستر ہزار حوران بہشت کو استقبال کے لئے فضا میں نیچے اتارا گیا اور ان میں سے کئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر مامور کی گئیں۔
☆ ہزار ہا فرشتوں کو بھی استقبال پر مامور کر دیا گیا۔
☆ جنتی پرندے بھی استقبال کے لئے نیچے اتار دیئے گئے۔
☆ وقت ولادت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو مبارکبادی کا جنتی مشروب پلایا گیا۔
☆ شب ولادت قریش مکہ کے سب جانوروں کو بھی میلاد محبوب ﷺ کی خوشی کے اظہار کے لئے زبان دے دی گئی۔
☆ شب ولادت تمام ملائکہ امر الٰہی سے نیچے اتر کر ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے۔
☆ یوم میلاد سورج کو بھی غیر معمولی نور سے نوازا گیا۔
☆ وقت ولادت پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں نے بھی اپنے اپنے حال میں خوشیاں منائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں۔ دریاؤں اور سمندروں کی سطح تموج کے ساتھ خاصی اونچی ہو گئی اور سمندری مخلوق نے بھی ایک دوسرے کو مبارکبادی دی۔
☆ ولادت محبوب کریم ﷺ کی خوشی میں اللہ قادر و کریم نے سال بھر عرب کی عورتوں کو بیٹے عطا فرمائے تا کہ اس سال جاہلیت عرب کے ظالمانہ دستور کے مطابق کوئی بیٹی ناحق قتل نہ ہو۔
☆ میلاد محبوب کریم ﷺ کی خوشی میں عرب کے درخت پھلوں سے لا دیئے گئے، سوکھے ہوئے کھیت ہرے بھرے ہو گئے اور قحط کو ہریالی و شادابی سے بدل دیا گیا۔
☆ شب میلاد آسمانوں پر زبرجد اور یاقوت کے مینار بنا کر روشن کئے گئے جو شب معراج محبوب کریم ﷺ کو دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی ولادت کی رات سے روشن ہیں۔
☆ شب میلاد جنت میں نہر کوثر کے کناروں پر ستر ہزار عطر بیز درخت اگائے گئے اور انہیں پھلوں سے لادا گیا۔

الغرض باری تعالیٰ نے عالم کون و مکان میں اپنی شان قدرت کے لائق جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ منایا اور اس عمل کو اپنی سنت قرار دیا۔

ماہ ربیع الاول میں بالعموم اور بارہ ربیع الاول کو بالخصوص آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں پورے عالم اسلام میں محافل میلاد منعقد کی جاتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا میلاد منانا جائز و مستحب ہے اور اس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ" (ابراہیم)۔ امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے دن ہیں۔ ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے (تفسیر خزائن العرفان)۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ "بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان پر انہیں میں سے ایک رسول بھیجا" (آل عمران)۔

آقا و مولیٰ تو وہ عظیم نعمت ہیں کہ جن کے ملنے پر رب تعالیٰ نے خوشیاں منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ارشاد ہوا "(اے حبیب ﷺ)! تم فرماؤ (یہ) اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت (سے ہے) اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ (خوشی منانا) ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے" (سورۃ یونس)۔ ایک اور مقام پر نعمت کا چرچا کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو" (الضحیٰ ۱۱' کنزالایمان)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عید میلاد منانا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانا بھی ہے' اس کی نعمت عظمی کا چرچا کرنا بھی اس نعمت کے ملنے کی خوشی ہے۔ اگر ایمان کی نظر سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ہے اور رسول کریم ﷺ کی سنت بھی۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۸۱ ملاحظہ کیجئے۔ رب ذوالجلال نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی محفل میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی آمد وفضائل کا ذکر فرمایا۔ گویا یہ سب سے پہلی میلاد تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا اور اس محفل کے شرکاء صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔ رسول معظم ﷺ کے مبارک زمانہ کی چند محافل میلاد کا ذکر ملاحظہ فرمائیے۔ محبوب کریم ﷺ نے خود مسجد نبوی میں منبر شریف پر اپنا ذکر ولادت فرمایا (جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۱)۔ آپ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے منبر پر چادر بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھی پھر آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی (صحیح بخار جلد ا صفحہ ۶۵)

اسی طرح حضرت کعب بن زبیر' سواد بن قارب' عبداللہ بن رواحہ' کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتیں کتب احادیث و سیرت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں

کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں لہٰذا تیسری عید حرام ہے (معاذ اللہ)۔ اس نظریہ کے باطل ہونے کے متعلق قرآن کریم سے دلیل لیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''عیسیٰ بن مریم علیہم السلام نے عرض کی' اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک (کھانے کا) خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی'' (المائدہ)۔ صدر الافاضل فرماتے ہیں یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید منائیں۔ اس کی تعظیم کریں خوشیاں منائیں۔ تیری عبادت کریں۔ شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا عبادتیں کرنا اور شکر بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرحت اور سرور کرنا اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے'' (تفسیر خزائن العرفان)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی تلاوت فرمائی تو ایک یہودی نے کہا ''اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے''۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ آیت جس دن نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں عید جمعہ اور عید عرفہ'' (ترمذی)۔ پس قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ جس دن کوئی خاص نعمت نازل ہو اس دن عید منانا جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ چونکہ عید الفطر اور عید الاضحی محبوب کریم ﷺ ہی کے صدقے میں ملی ہیں۔ اس لئے آپ کا یوم میلاد بدرجہ اولیٰ عید قرار پایا۔

عید میلاد پر ہوں قربان ہماری عیدیں
کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اکابر محدثین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شب میلاد مصطفیٰ ﷺ شب قدر سے افضل ہے کیونکہ شب قدر میں قران نازل ہوا اس لئے تو ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائی تو جس شب میں صاحب قرآن آیا وہ کیونکر شب قدر سے افضل نہ ہوگی؟ (ماثبت)۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

صحیح بخاری جلد دوم میں ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا۔ مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی' سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ امام ابن جزری رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کی وجہ سے ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے حالانکہ اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور ﷺ کے مومن امتی کا کیا حال ہو جو میلاد کی خوشی میں حضور ﷺ کی محبت کے سبب مال خرچ کرتا ہے۔ اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب

رسول ﷺ کا جشن عید میلاد کیسے منایا؟ سیرت طیبہ جلد اصفحہ ۷۸ اور خصائص کبریٰ جلد پر یہ روایت موجود ہے کہ جس سال نور مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کی برکت سے رب کریم نے ویران زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی، سوکھے درخت پھلوں سے لد گئے اور اہل قریش خوشحال ہو گئے۔ اہلسنت اسی مناسبت سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں اپنی استطاعت کے مطابق کھانے، شیرینی اور پھل وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر شمع رسالت کے پروانے چراغاں بھی کرتے ہیں۔ اس کی اصل مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

☆ آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے (مشکوۃ)۔

☆ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق سے مغرب تک ساری کائنات روشن ہو گئی (طبقات ابن سعد جلد اصفحہ ۱۰۲)۔

ہم تو عید میلاد کی خوشی میں اپنے گھروں اور مساجد پر چراغاں کرتے ہیں۔ خالق کائنات نے قمقمے بنا کر کائنات کو روشن کر دیا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں۔ ''جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی۔ میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے روشن ہو گیا اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں'' (زرقانی علی المواہب جلد اصفحہ ۱۱۲)۔

☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے تین جھنڈے بھی دیکھے ایک مشرق میں گاڑا گیا تھا دوسرا مغرب میں اور تیسرا جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا (سیرت طیبہ جلد اصفحہ ۱۰۸)۔

اس سے میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جھنڈے لگانے کی اصل بھی ثابت ہوئی۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس بھی نکالا جاتا ہے اور نعرۂ رسالت بلند کئے جاتے ہیں۔ اس کی اصل یہ حدیث پاک ہے کہ جب محبوب کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہلیان مدینہ نے جلوس کی صورت میں استقبال کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام گلیوں میں پھیل گئے۔ یہ سب با آواز بلند کہہ رہے تھے، یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) (صحیح مسلم جلد دوم باب الہجرۃ)۔ ان دلائل و براہین سے ثابت ہو گیا کہ میلاد النبی ﷺ کی محافل منعقد کرنے اور میلاد کا جشن منانے کا سلسلہ امت مسلمہ میں صدیوں سے جاری ہے اور اسے بدعت و حرام کہنے والے دراصل خود بدعتی و گمراہ ہیں۔

محبوب کریم ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل منائی گئی عید میلاد النبی ﷺ

محترم قارئین کرام! توجہ فرمائیں۔ بادشاہ نے طیش میں آ کر جیسے ہی شہر کو نیست و نابود کرنے کا حکم دیا تو اسے ایک جان لیوا بیماری نے آ گھیرا۔ اس کے منہ کان اور ناک سے خون جبکہ سر سے بدبو اور پیپ بہنے

گئی۔ ہمہ قسم کے طبیبوں نے اس کا علاج کیا مگر مرض دن بدن بڑھتا گیا حتیٰ کہ تمام اطباء نے عاجز آ کر متفقہ طور پر کہا کہ یہ کوئی آسمانی بیماری ہے جس کا علاج ان کے بس سے باہر ہے۔اب بادشاہ کو اپنی موت قریب نظر آنے لگی۔ بادشاہ کی اس حالت کو دیکھ کر ایک صاحب بصیرت حکیم نے تنہائی میں بادشاہ سے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔بادشاہ سلامت میں آپ کی اس بیماری کا علاج کر سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ میں جو کچھ آپ سے دریافت کروں اس کا سچائی کے ساتھ جواب دیں۔ بادشاہ نے حامی بھر لی اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک سوال کے جواب میں بادشاہ نے بتایا۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں یمن کا بادشاہ تبع الحمیر ی ہوں۔ میں ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے کائنات ارضی پر اتنی پر وسیع حکومت قائم کر رکھی ہے۔میرے پاس ایک لاکھ تینتیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل سپاہیوں کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں وزراء اور ارا کین سلطنت کے ساتھ ساتھ بے حد وحساب دولت اور ساز و سامان ہے۔ایسے میں ایک روز مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ اپنی سلطنت کو وسعت دوں۔ چنانچہ میں اپنے لشکر قاہرہ کے ہمرکاب گردونواع کے علاقوں کو فتح کرنے یمن سے نکلا اور فتوحات کے ایک طویل سلسلے کے بعد جب مکہ معظمہ کے قریب پہنچا تو میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اہل مکہ نہ تو میرے لشکر کی قوت سے مرعوب ہوئے اور نہ ہی انہوں نے میرا شایان شان استقبال کیا۔ جب میں نے وزراء سے اس صورتحال کے بارے میں مشورہ کیا تو مجھے بتایا گیا کہ اہل مکہ ہیں۔انہیں اس پاسبانی پر از حد ناز اور فخر ہے اس لئے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے لہذا یہ سنتے ہی مجھے غصہ آ گیا اور یوں میں نے اس شہر کو تباہ و برباد کرنے کعبہ کو گرانے اور اہل مکہ کے قتل عام کا حکم دیا مگر حکم کی تعمیل سے پہلے ہی مجھے اس جان لیوا بیماری نے آ گھیرا۔

جونہی بادشاہ نے حکیم کو مکہ اور کعبہ پر حملہ کی بات بتائی تو وہ فوراً بولا یہی وہ اصل بیماری ہے کہ جس نے تمہیں مبتلائے عذاب کر رکھا ہے تم فوراً اس خیال کو دل سے نکال دو کیونکہ خانہ کعبہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو ہم سب کی حیات و ممات پر قادر ہے۔اس نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ جو بھی اس کو ویران کرنے کا پروگرام بناتا ہے خود تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ صاحب بصیرت حکیم کے مشورہ پر بادشاہ کا اپنے مذموم ارادے کو ترک کرنا ہی تھا کہ اس کی تمام تر بیماری لمحہ بھر میں جاتی رہی اور وہ مکمل طور پر صحت یاب اور تندرست ہو گیا۔اب بادشاہ یمن تبع الحمیر ی نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور توبہ کرنے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر اس نے تمام اہل مکہ کے اعزاز میں ایک بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا جس میں انواع واقسام کے کھانے چنے گئے اور پانی کی بجائے خالص شہد پیش کیا گیا۔

انوار البیان اور تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ تبع الحمیر ی نے اظہار بندگی کے طور پر کعبۃ اللہ کے لئے ایک خوبصورت قیمتی غلاف بھی تیار کرا کر سجایا۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاوائل میں بیان کیا ہے کہ کعبہ معظمہ پر غلاف تبع الحمیر ی نے ڈالا غلاف ڈالنے کے بعد شاہ یمن نے کعبہ کے اندر موجود تمام بتوں کو نکلوا کر اس کی انتہائی عمدہ تزئین و آرائش کرائی جبکہ چھ ہزار اونٹ بنام اللہ قربان کئے۔ خانہ کعبہ کے

طواف اور تزئین و آرائش کے بعد اس نے اسے مقفل کیا اور چابی مجاوروں کے حوالے کر کے مزید فتوحات کے لئے روانہ ہوا۔

تبع الحمیری نے اپنی فتوحات جاری رکھیں اور بے شمار علاقے زیرنگیں کر لئے۔ بالاخر وہ یثرب (مدینہ) جا پہنچا۔ اہل مدینہ نے اس کی آمد کے ساتھ ہی شہر کے دروازے بند کر کے اپنے آپ کو محصور کر لیا۔ اس صورت حال کو کئی ماہ گزر گئے مگر بادشاہ یمن اپنی ہمہ قسم کی جنگی چالوں کے باوجود شہر کو فتح کرنے میں ناکام رہا۔ ایک روز بادشاہ نے اپنے لشکر کے خیموں کے باہر کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھیں تو حیران رہ گیا کیونکہ وہ اپنے زادراہ میں کسی قسم کی کوئی کھجور نہیں لایا تھا۔ اس نے اہل لشکر سے کھجوروں کے بارے استفسار کیا تو اس کے سپاہیوں نے بتایا کہ اہل مدینہ رات کے آخری پہر عمدہ کھجوروں سے بھری بوریاں فصیل کے اوپر سے ہماری طرف پھینک دیتے ہیں جنہیں ہم مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ بادشاہ اہل مدینہ کا یہ عمل سن کر حیران و پریشان ہو گیا۔ اس نے بے ساختہ کہا کہ "ایک ہم ہیں کہ اہل مدینہ کو لوٹنے اور قتل کرنے کے ساتھ ان کے شہر کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ ہماری مہمان نوازی کر رہے ہیں۔ خدا جانے کیسے عجیب لوگ ہیں"۔

بادشاہ یمن تبع الحمیری نے اہل مدینہ کی مہمان نوازی کا راز جاننے کے لئے اپنے وزراء کو مدینہ کے معززین سے رابطہ کرنے کا حکم دیا۔ دونوں اطراف کے لوگوں کی ملاقات ہوئی تو اہل مدینہ نے بادشاہ یمن کے نمائندوں کو بتایا "اگرچہ ہم مختلف علاقوں، قوموں اور نسلوں کے افراد ہیں مگر ہم اس شہر میں اس لئے آ کر آباد ہوئے ہیں کہ یہ محبوب خدا ختم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا دارالہجرت ہے، آپ ﷺ کی پیدائش اگرچہ مکہ میں ہوگی مگر آپ ہجرت فرما کر مدینہ میں آ کر آباد ہوں گے کیونکہ ہم نے زبور اور توریت میں یہی پڑھا ہے۔ ہم برسوں سے اس نبی آخرالزماں ﷺ کی آمد کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں اور چونکہ ختم المرسلین حلیم و کریم اور مشفق و مہربان ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز بھی ہوں گے اس لئے ہم اپنے آپ کو ان کی صفات کریمہ سے متصف کرنے کی کوشش میں آپ لوگوں کی مہمان نوازی کر رہے ہیں۔

تبع الحمیری تک اہل مدینہ کی یہ باتیں پہنچیں تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے بے اختیار رونا شروع کر دیا۔ وہ زاروقطار رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کاش وہ بھی نبی آخرالزمان ﷺ کے دور مسعود میں ہوتا اور آپ ﷺ کی قدم بوسی کرتا۔ تاہم وہ اہل مدینہ سے اجازت حاصل کر کے اپنی تمام تر لاؤلشکر کے ہمراہ محبوب رب العالمین ﷺ کے شہر ہجرت یعنی مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں جلوس کی شکل میں گھومتا رہا۔ اس کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ اس نے اس موقع پر سوز و گداز سے معمور اشعار کا ورد کیا جس سے مدینہ کی فضا منزہ و معطر ہو گئی۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی کتاب "ضیاء النبی" میں ان اشعار کو نقل کرتے ہوئے ان کا ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں وہ اللہ جو روحوں کو پیدا کرنے والا ہے اگر میری عمر آپ ﷺ کی آمد کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ضرور آپ ﷺ

کے چچا کے بیٹے کی طرح آپ ﷺ کا مددگار و معاون بنوں گا اور تلوار ہاتھ میں لے کر آپ ﷺ کے دشمنوں سے ایسا جہاد کروں گا کہ آپ ﷺ کے دل سے تمام غم دور ہو جائیں گے"۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں عید میلاد النبی ﷺ کا یہ پہلا پر جوش و پر معظم جلوس تھا جو اس شہر سے نکالا گیا جس میں آپ ﷺ ہجرت کے بعد تشریف لانے والے تھے۔ صاحب "ضیاء القرآن" نے تبع الحمیری کا زمانہ عہد رسالت سے ایک ہزار سال پہلے کا بتایا ہے۔ گویا سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال پہلے ہی عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس انتہائی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ سے نکالا گیا۔ یہ بہت بڑا جلوس تھا جس کی قیادت شاہ یمن تبع الحمیری نے کی۔ اس جلوس میں بادشاہ اور اس کے لشکریوں نے یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ کے فلک شگاف نعرے بلند کئے اور ہادی کون و مکاں کو یاد کر کے ان گنت آنسو بہائے۔ یہ عجز و انکسار اور والہانہ جذبات سے معمور قافلہ عشاق تھا کہ جو وارفتگی اور شیفتگی کے عالم میں مدینہ کی گلیوں اور بازاروں کا طواف کر رہا تھا۔ اس قافلے کا ایک ایک فرد عشق محبوب ﷺ میں ڈوبا ہوا تھا اور ہر ایک کے دل میں آرزوؤں اور تمناؤں کا سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا کہ کاش وہ خاتم المرسلین ﷺ کے دیدار مبارک سے اپنی آنکھوں کو خیرہ کر سکتا۔ ان کے لباس شاہانہ تھے مگر چال میں عاجزی اور قال میں انکساری بے مثال و باکمال تھی۔

امام ابن ہشام نے "التیجان" میں جب کہ ابن عساکر نے اپنی کتاب "التہذیب تاریخ دمشق اکبر" میں لکھا ہے کہ تبع الحمیری کے ہمراہ لشکر سپاہ کے علاوہ صاحب کمال علماء حکما کا ایک جم غفیر بھی تھا جو اس نے مختلف علاقوں سے چن چن کر اکٹھے کئے تھے۔ ایک روز ان میں سے چار سو علماء بادشاہ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ انہیں شہر مدینہ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے کیونکہ وہ ختم المرسلین ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

تبع الحمیری نے کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ وہ ایک سال تک رحمت کائنات ﷺ کی آمد کے انتظار میں یہاں ٹھہرے گا۔ صاحب "فیوض الرحمٰن" کا بیان ہے کہ ایک سال بعد بوقت روانگی بادشاہ یمن نے حکم دیا کہ ان چار سو علماء کے لئے چار سو رہائشی مکانات تعمیر کئے جائیں۔ اس نے چار سو کنیزیں خریدیں، انہیں آزاد کیا۔ پھر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا جبکہ انہیں زر کثیر بھی بخشا تا کہ وہ ہمہ قسم کے اخراجات آسانی سے برداشت کر سکیں۔ تبع الحمیری نے اس موقع پر رحمت کائنات ﷺ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ اسے سر بمہر کیا اور صندوق میں بند کر کے ان علماء میں سے شامول نامی ایک سرکردہ عالم کے سپرد کیا اور اس سے درخواست کی کہ اگر اس کو محبوب کبریاء ﷺ کی بارگاہ کی زیارت نصیب ہو تو یہ عریضہ خود راحت جاں ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرے ورنہ اپنی اولاد در اولاد کو وصیت کرتا جائے کہ جس کو وہ عہد سعید دیکھنا نصیب ہو اور رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف میسر آئے تو وہ تبع الحمیری کا عریضہ بارگاہ رسالت میں پیش کرے۔

علامہ شیخ اسماعیل حقی نے اپنی کتاب ''روح البیان'' اور ابن اسحاق نے اپنی تالیف ''المبتدا'' میں اس خط کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ''ضیاء النبی'' میں اس خط کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ ''یہ خط حضرت محمد ﷺ کی جانب ہے جو خاتم النبیین اور رسول رب العالمین ﷺ ہیں۔ میں تبع الحمیر ی کی طرف سے امابعد۔ اے محمد ﷺ میں آپ کی کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے آپ پر نازل فرمائی۔ آپ کے رب پر جو تمام جہانوں کا مالک ہے میں ایمان لایا۔ آپ ﷺ کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں نازل ہوئیں میں نے انہیں قبول کیا۔ اگر میں نے آپ ﷺ کو پایا تو میں نے نعمت حاصل کر لی اور اگر آپ ﷺ کو نہ پاسکا تو آپ ﷺ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرما دیجئے اس لئے کہ میں آپ ﷺ کی اولین امت میں سے ہوں۔ واللہ اس دن مجھے فراموش نہ فرمایئے گا کیونکہ میں نے آپ ﷺ کی اتباع آپ ﷺ کی تشریف آوری اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے سے پہلے کی ہے''۔

''کتاب سیر و تواریخ'' کے مطابق تبع الحمیر ی کا یہ خط بطور امانت نسل در نسل منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو کہ شامول کی اکیسویں پشت سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ اس خط کے کوئی ایک ہزار سال بعد جب مکہ سے ہجرت کر کے اونٹنی پر سوار مدینہ پہنچے تو بے شمار مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رحمت دو جہاں ﷺ ان کے گھر قیام فرمائیں۔ مگر اللہ قادر و کریم کے حکم سے اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے رکی اور آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ہی قیام فرمایا۔ اونٹنی کے وہاں رکنے کی وجہ یہی تھی کہ تبع الحمیر ی کا عریضہ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

پیر محمد کرم شاہ ''ضیاء القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں وہ عریضہ پیش کیا۔ رحمت کائنات ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ وہ عریضہ پڑھ کر سنائیں۔ محبوب کریم ﷺ نے یہ خط سن کر نہ صرف تبع الحمیر ی کا ایمان قبول فرمایا بلکہ اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے تین بار ''مرحبا بالاخ الصالح'' کے الفاظ ادا ہوئے یعنی کہ میں اپنے نیک بھائی کو مرحبا کہتا ہوں۔

اگرچہ قرآن پاک کی سورۃ الدخان میں سوالیہ انداز اختیار فرما کر رب تعالیٰ نے قوم تبع کا ذکر کیا ہے تاہم اس تمام تر تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تاریخ عالم کی پہلی عید میلاد النبی ﷺ محبوب کریم ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل مدینہ طیبہ میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت سے ایک ہزار چالیس سال قبل ہی بے شمار لوگ اپنے سردار تبع الحمیر ی کی سربراہی میں آپ ﷺ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح ہمیں تاریخ کا یہ سربستہ راز بھی معلوم ہوا کہ ہجرت مدینہ کے موقع پر سرور کائنات ﷺ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے

سامنے کیوں رکی۔

ہر سال بارہ ربیع الاول کو اگرچہ ہم عید میلاد النبی ﷺ پورے مذہبی جوش وخروش کے ساتھ مناتے ہیں مگر اس ضمن میں ''نقوش'' کے رسول نمبر میں شامل عاشق رسول حضرت علامہ اقبال کے ایک مضمون بعنوان محفل میلاد النبی ﷺ کے درج ذیل نکات کو مشعل راہ بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔ ''منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخلوص کیے گئے ہیں ایک میلاد النبی ﷺ کا دن بھی ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی ترتیب کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس دن وہ اسوۂ رسول ﷺ کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ انفرادی درودوصلوۃ ہے۔ دوسرا اجتماعی ہے یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ ﷺ کے سوانح زندگی بیان کرے۔ تیسرا طریقہ ہے کہ یاد یار رسول ﷺ اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے۔

نور محمد ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قد جآء کم من الله نور وکتب مبین ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب''۔ محمد ﷺ نام ہے اس نور مجسم کا جو صاحب لولاک ہے جو تخلیق آدم کا باعث ہوا۔ جس نے خاک کے ذروں کو جامہ حیات پہنایا جس نوری پیکر کی برکت سے سیدنا آدم علیہم السلام مسجود ملائکہ ٹھہرائے گئے۔ خلافت کبریٰ کا تاج پایا اور نیابت الٰہیہ کے تحت اجلال پر فروکش ہوئے۔ جس کے نور کی ضیاء پاشیوں سے آفاق عالم منور و روشن ہے۔ جس کے نور کی تابانیوں سے یہ چمکتا آفتاب' یہ دمکتا ماہتاب' یہ زرنگاہ گنبد' یہ مسکراتے ستارے' یہ برق پاش کہکشاں' یہ گرجتا بادل' یہ سربفلک کوہسار' یہ نشاط انگیز آبشار' یہ نورانی فرشتے' یہ رعنا حوریں' یہ ناری جن' یہ باکمال انسان غرضیکہ عالم رنگ و بو کا ہر ہر ذرہ اور ہر ہر قطرہ معرض وجود میں آیا۔

روشن ہوئی ہیں تم سے دو عالم کی وسعتیں
صبح ازل کے مہر درخشاں تمہیں تو ہو

محمد ﷺ وہ مقدس نام ہے کہ جس کے زبان پر آتے ہی دل جھوم اٹھتے ہیں' سینے مچل جاتے ہیں۔

☆ یہی وہ مقدس اور بابرکت نام ہے۔ جس کی تابانیوں اور تجلیوں سے صبح ازل بھی فیض یاب ہوئی اور شام ابد بھی تابناک اور درخشاں ہے۔

☆ یہی وہ روح پرور اسم اعظم ہے جس نے بے قرار اور بے چین روحوں کو قرار اور چین بخشا۔

☆ یہی وہ مقدس نام ہے جس کی برکت اور وسیلے سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

☆ یہی وہ بابرکت اسم گرامی ہے جو شب وروز بار بار ہر لحہ ہر گھڑی کروڑوں نیک بخت کے لبوں کو ازلی

سعادتیں عطا کرتا اور قلب وروح کو ابدی مسرتیں عطا کرتا ہے۔

اللہ قادر وکریم نے ساری کائنات پیدا فرمانے سے پہلے محبوب کریم ﷺ کو پیدا فرمایا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔لولاك لما خلقت الافلاك ''(محبوب) آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا''۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔اول ما خلق الله نوری و من نوری خلق کل شئی ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر میرے نور سے ہر چیز کو بنایا''۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ جان کائنات ﷺ نے فرمایا۔ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور مشیت ایزدی کے مطابق بارہ ہزار برس تک جہاں چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتے تھے نہ حوریں، نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ حسن نہ تھا نہ عشق، نہ انسان تھے نہ جنات۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے سے عرش کو پیدا کیا۔ دوسری حصے سے قلم کو تیسرے سے بہشت کو اور چوتھے حصے سے عالم ارواح اور ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔ پھر ان چار حصوں میں سے چوتھی قسم کو نکال کر باقی تین حصوں سے عقل، شرم اور عشق کو پیدا کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تخلیق آدم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے قدموں پر اٹھ کر فضا میں ایک تحریر دیکھی۔ وہ تحریر تھی لا الـٰه الا اللـٰه محمد رسول الله۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ! محمد رسول اللہ کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم (علیہ السلام) وہ جس کا نام آپ نے دیکھا وہ آپ کا بیٹا ہے جو عرصہ دراز گزرنے کے بعد دنیا میں پیدا ہوگا اور وہ میرا محبوب رسول (ﷺ) ہوگا۔ جس کی خاطر میں نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ جب وہ آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا۔ جس کی روح تخلیق کائنات سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں پیدا کی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ یا اللہ یہ تحریر میرے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لا اله الا الله اور بائیں انگوٹھے پر محمد رسول الله کی تحریر ظاہر فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شفقت اور محبت سے ان الفاظ کو بوسہ دیا اور ان پر اپنی آنکھیں ملیں اور کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ دن کتنا مبارک ہوگا جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ واذ اخـذ اللـه میثاق النبین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جآء کم رسول مصدق المامعـکـم لتـومـنـن به ولتنصر نه قال اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا

قال فاشهدوا وانا معكم من الشهدين ''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا جو تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بر ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ ہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا تو تمام انبیاء علیہم السلام کی روحوں کا ایک اجلاس منعقد فرمایا۔ جس میں محبوب دو جہاں ﷺ کو مہمان خصوصی کا شرف بخشا اور اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور فرمایا کہ جب میں دنیا میں تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجوں گا اور کتاب اور حکمت دوں پھر میں اپنے محبوب کو بھیجوں گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تم اس کی مدد کرنا اور اس کی پیروی کرنا اور اس پر ایمان لانا اور اپنی قوموں سے عہد لینا کہ جب وہ نبی ﷺ دنیا میں آ جائے تو اس پر ایمان لائیں تو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو نصیحت کی۔ اے میرے فرزند! جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی محمد ﷺ کا ذکر کرو کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپ ﷺ کا نام لکھا دیکھا ہے تو تم اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔ کیونکہ فرشتے ہر آن ان کا ورد کرتے ہیں۔

اللہ قادر و کریم نے رحمت دو جہاں ﷺ کو جس شان اور بلند مرتبے سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک بشریت و نورانیت بھی ہے۔ خود محسن کائنات ﷺ نے یار غار اور مزاج شناس نبوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے تصریح فرمادی کہ صدیق میری حقیقت کا شناسا صرف میرا اللہ ہے۔ اب کسی مفکر یا محقق کی کیا مجال کہ وہ اپنی فکر و تحقیق کے گھوڑے دوڑا کر محبوب کریم ﷺ کی عظمت و رفعت لامحدود شانوں کو اپنے محدود عقلی، علمی، فکری پیمانوں پر تولتا پھرے جبکہ ورفعنالك ذكرك اور والاخرة خيرلك من الاولى کے ربانی فیصلے دم بہ دم رو بہ عروج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی۔

Jesus answered: The name of messiah is admirable for God himself gave him the name when he had created his soul and placed it in a celestial. God said, "Wait Muhammad or for the sake I will to creat paradise, the world and a great multitude of creatures wherefor I make thee a present, in somuch that whose shall bless the shall be blessed and whose shall curse the shall be accursed when I shall send thee as my messenger of salvation, and thy world shall be true inso much, that heaven and earth shall fail but thy falt shall never fail". Mahammad is his blessed name. "The Glospel of Barnabas" (Page No. 123).

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس مسیح کا نام قابل تعریف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کی روح پیدا کی تو خود یہ نام تجویز کیا اور آپ ﷺ کو ملکوتی شان وشوکت میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد ﷺ انتظار کرو میں آپ ﷺ کو خاطر جنت دنیا اور بہت سی مخلوقات پیدا کرنا چاہتا ہوں جو آپ ﷺ کو بطور تحفہ دیتا ہوں اور جو آپ ﷺ کو مبارک کہے گا وہ مبارک ہوگا اور آپ ﷺ کی گستاخی کرے گا وہ مردود ہوگا۔ جب میں آپ ﷺ کو دنیا میں بھیجوں گا اور آپ ﷺ کا کلام ایسا سچا ہوگا کہ زمین وآسمان فیل ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فیل نہ ہوگا۔ آپ ﷺ کا مبارک نام محمد ﷺ ہے'' (دی گلاسپل آف برنباس صفحہ نمبر ۱۲۳)۔

رحمت دو عالم ﷺ کے بزم رنگ بو میں رونق افروز ہونے سے پہلے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ نبی آخر زمان کی ولادت کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور ان کا اسم گرامی محمد ﷺ ہوگا۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حقائق گہری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ''قرآن پاک میں میرا نام محمد ہے' انجیل میں احمد' تورات میں احید اور میرا نام احید اس لئے رکھا گیا تا کہ میں اپنی امت کو نار جہنم سے دور رکھوں''۔ رحمت دو جہاں ﷺ کو تمام مخلوقات اور انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا علم لامحدود ہے۔ اگر آپ ﷺ کے اوصاف کے بارے میں لکھنا شروع کیا جائے تو زندگیاں ختم ہو سکتی ہیں قلم ٹوٹ سکتے ہیں لیکن اوصاف محمدی ﷺ کا ایک باب بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم محبوب کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں تا کہ آخرت میں کامیابی کو ممکن بنایا جا سکے۔ کیونکہ ارشاد پاک ہے۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفرلكم ذنوبكم ''(آپ ﷺ) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہیں اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا''۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں میں تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ہو ساقی تو پھر مئے بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

محترم قارئین کرام! سردار الانبیاء' شہنشاہ کشور رسالت' یتیموں کے والی' محبوب الفقراء والغربا' پیشوائے مرسلین' خاتم النبیین' ہادی اعظم وراہنما' شفیع ومربی' فیض مسلسل' سراج المساکین' صادق وامین' مصباح المقربین' مراد المشتاقین' شمس العارفین' زاہد موجودات' سوز وگداز حیات' محبوب کبریا' سرور دین' رحمت اللعالمین' محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ' آمنہ کے لال' قبیلہ بنو ہاشم کے چشم وچراغ' قبیلہ بنو سعد کی بکریاں چرانے والے' فاتح محمد رسول اللہ ﷺ کی مثال زمین کی پشت پر آسمان کی بلندیوں وسایہ تلے آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ کیونکہ نقاش ازل نے آپ ﷺ کا نقش بنانے کے بعد وہ قلم ہی توڑ دیا جس سے آپ کا نقش

بنایا تھا تا کہ قیامت تک نہ نقاش کا نہ نقش کا مثیل ونظیر ہو۔آپ ﷺ دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب عرب میں کوئی باضابطہ حکومت نہ تھی۔ یہاں کے لوگ مختلف قبائل میں منقسم تھے۔کوئی بھی ان پر حکومت کرنے کو تیار نہ تھا۔ کیونکہ عرب کا زیادہ تر حصہ ریگستان اور صحرا پر مشتمل تھا۔کوئی روزگار نہ تھا اور نہ ہی کوئی پیداوار تھی۔ اکثر لوگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔اس لئے کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہ ہوسکتی تھی اور نہ ہی کسی فاتح نے اس کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔اس لئے عرب کے لوگ فطرتاً آزاد تھے اور کسی کے زیراثر رہنا پسند نہ کرتے تھے۔عرب میں قبائلی نظام رائج تھا۔قبائلی تعصب بہت زیادہ تھا۔ان قبائل میں ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ یہ جھگڑے اکثر جنگ کی صورت اختیار کر لیتے تھے اگر دو قبیلوں میں لڑائی شروع ہو جاتی تو وہ کئی نسلوں تک جاری رہتی۔ جنگ بسوس کو ہی لیجئے جو قبیلہ بنو بکر اور بنو تغلب کے درمیان چالیس سال تک جاری رہی۔ کسی شاعر نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

کبھی پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کبھی گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

اسی طرح اہل عرب کے قبائل نہ خالق کے قائل تھے نہ جزا اور سزا کے۔بعض خالق کو تو مانتے تھے مگر سزا و جزا اور قیامت کے منکر تھے۔زیادہ تعداد بت پرستوں اور ستارہ پرستوں کی تھی۔بعض قبائل آتش پرست تھے۔خانہ کعبہ بت پرستی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بیت اللہ کے اندر ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔شام کی طرف سے آکر مدینہ منورہ اور اس کے نواح میں کچھ یہودی آباد ہو گئے تھے۔یہودیوں کی یہ آبادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد وجود میں آئی۔ان یہودیوں میں بنی قریظہ، بنی نظیر، بنی قینقاع وغیرہ مشہور قبائل تھے۔غسان اور نجران میں عیسائی آباد تھے۔بنو قناعہ کا تعلق عیسائیت سے تھا۔قبیلہ خسان اور نجران وربیعہ بھی عیسائیت کے ماننے والے تھے۔یہودیت پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر نے جب یہودیوں کو نیست و نابود کرنا چاہا تو یہودی عرب چلے آئے۔بنو حرث بن کعب، بنو کنانہ، حمیر، کندہ یہودی قبیلے تھے۔ یہود نے حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات میں ردو بدل کیا اور کہا کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔حابین مجوسیت اور حیفت کی طرز کے مختلف مذاہب قبل از اسلام عام تھے اور عرب انہی کے اصولوں پر چلتے تھے۔یعنی انسانیت گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اور تباہی کے گھڑے کے کنارے پر کھڑی تھی۔اللہ قادر و کریم نے انسانیت پر رحم فرمایا اور اپنا خاص کرم کیا کہ اپنے محبوب ﷺ کو بھیجا۔آپ ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔اس روز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کی مبارک ساعت تھی۔ جب کعبہ کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگے۔غرض کہ دنیا کے تمام چرندوں اور پرندوں میں بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی تو پتہ چلا کہ محسن کائنات ﷺ تشریف لا چکے ہیں۔آپ ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو حالت سجدہ میں تھے اور انگشت مبارک کا اشارہ آسمان کی طرف تھا۔یعنی اللہ تعالیٰ کی

وحدانیت بیان کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام رکھا تھا۔ لہذا آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کا نام احمد ﷺ رکھا اور دادا نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ آپ کے والد ماجد آپ کی ولادت سے چار ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔ مفہوم کے اعتبار محمد ﷺ اور احمد ﷺ نہایت اعلیٰ نام ہیں۔ محمد ﷺ کے معنی جس کی بہت تعریف کی گئی ہو اور احمد کے معنی جو بہت زیادہ تعریف کرنے والا ہو۔ لفظ محمد حمد سے مفعول ہے۔ مفاعفت سے مبالغہ کے لئے ہے اور احد بھی حمد سے ہے۔ اسم محمد ﷺ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ واضح ہو کہ بنی مسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ محبوب کریم ﷺ کا نام محمد و احمد ہے اور محسن کائنات ﷺ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ امت محمد یہ کا نام حمادون ہے اور رحمت دو جہاں ﷺ کے لوا کا نام الحمد ہے۔ والحمد لله على ذلك حمدا كثيرا۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ ہمارے نبی ﷺ تمام مخلوقات الٰہی میں سب سے افضل و بالا اور بہتر و اعلیٰ ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے محبوب کریم ﷺ میں وہ سب جمع کر دیئے گئے۔ بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا وہ محبوب کریم ﷺ کے طفیل ملا۔ بنا بریں ان کی تعلیمات میں ہی انسانیت کی نجات کا راز پنہاں ہے۔ ایسی بے مثال کامل اور رفیع الشان ہستی کی شان بیان کرنا ناممکن سا کام ہے کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انك لعلى خلق عظيم ''یقیناً آپ خلق عظیم کی منزل پر فائز ہیں''۔ لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة ''البتہ تمہارے لئے اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے''۔ روح کائنات ﷺ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات مبارک پوری انسانیت کے لئے عمدہ نمونہ ہے۔ اللہ قادر و کریم نے اپنے کلام پاک میں آپ ﷺ کو 'اسوۃ حسنہ'' کے نام سے موسوم فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله اے (محبوب ﷺ)! آپ فرما دیجئے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرے نقش قدم (پر چلو) کی پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ راحت جاں ﷺ چلتے پھرتے قرآن تھے۔ آپ ﷺ کا قول و فعل حق کا ایک معیار ہے۔ آپ ﷺ ہر لحاظ سے انسان کامل ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو پوری انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ ایک ایسا چشمہ ہے جس سے قیامت تک ہر پیاسا اپنی پیاس بجھاتا رہے گا۔

ہوسکتا ہے کہ زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے' سورج' چاند اور تارے اپنی خوبصورتی سے محروم ہو جائیں مگر محبوب کریم ﷺ کی شان کا افتاب کبھی غروب نہ ہوگا۔ جان کائنات ﷺ کی شان کبھی ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ محبوب کریم ﷺ کی رسالت کا اعلان تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے کیا گیا تھا اور خاتم الانبیاء ﷺ کا اعزاز بھی آپ کے حصے میں ہی آیا۔ یوں آپ ﷺ کی شان و شوکت ازل سے ابد تک قائم

ودائم رہے گی اور آپ ﷺ کی عظمت کا ستارہ چمکتا رہے گا۔ ذروں کو آفتاب اور قطروں کو گوہر بتا تا رہے گا۔ آپ ﷺ نے ایک ایسا عظیم الشان تبلیغی نظام پیش کیا کہ ذرے تھے جو آفتاب بن گئے۔ قطرے سمندر بن گئے۔ گمراہ رہبر و راہنما بن گئے۔ مقتدی امام بن گئے۔ کانٹے پھول بن گئے۔ پتھر موم ہو گئے۔ آگ گل وگلزار میں تبدیل ہو گئی۔ بد بخت نیک بخت ہو گئے۔ کفار سے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بن گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین بن گئے۔ ابوبکر سے صدیق رضی اللہ عنہ' عمر سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ' عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ بن گئے۔ علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب' حیدر کرار' اسد اللہ اور فاتح خیبر کس نے بنایا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔ یہ بابرکت نگاہ عظیم جس پر بھی پڑی وہ ذرہ سے آفتاب ہو گیا۔ حضرت خالد پر پڑی تو سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لقب سے نوازے گئے۔ یہی نگاہ کرم حسن وحسین رضی اللہ عنہم پر پڑی تو سید الشہدا اور جنت کے سردار بن گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر پڑی تو خاتون جنت کے شرف سے نوازی گئیں۔ شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو غوث الاعظم بن گئے اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ روشن کر دیا۔ اسی موقع پر اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دی

محبوب کریم ﷺ اور انبیائے سابقین

یہودیوں کے لئے صرف بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو ماننا ضروری ہے۔ عیسائی فقط مسیح علیہ السلام کو مان کر خدا کی بادشاہت کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ ہندو ہری کرشن' رام چندر جی اور اپنے اوتاروں کے علاوہ کسی دوسری شخصیت پر ایمان رکھنے کے پابند نہیں ہیں۔ آتش پرست حضرات کو زتشت کے علاوہ کسی اور کو ماننے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ اکیلے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کر مشرف بہ ایمان لازمی قرر دیا گیا ہے۔ یہ ایک اہم اور انقلابی بات ہے۔

محبوب دوجہاں ﷺ کے زمانے تک یہ طریقہ رائج تھا کہ مختلف انسانی گروہ اور قومیں اپنے اپنے نبیوں کو مانتے تھے اور اگر چہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت اصلاً ایک تھی مگر ان کے بعد لوگ ان کی دعوت سے ہٹ کر اس گمان پر قائم رہ گئے کہ ہدایت الٰہی صرف انہی کے پاس آئی ہے اور دوسرے اس سے محروم ہیں۔ بیشتر قوموں' مثلاً بنی اسرائیل وغیرہ کا خیال یہ تھا کہ انبیا علیہم السلام بنی اسرائیل سے باہر آ ہی نہیں سکتے۔ اس صورت حال کی وجہ سے ہر قوم نسلی تعصب اور بے جا غرور کے مرض کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ ہر قوم کے لوگ اپنے آپ کو برگزیدہ اور خدا کی مہربانیوں کی خاص حقدار قوم سمجھتے تھے اور دوسروں کے متعلق ان کا خیال یہ ہوتا تھا کہ یہ سب گھٹیا درجے کی قوم اور انسانی گروہ ہیں جو اس لائق نہیں سمجھے گئے کہ خدا انہیں ہدایت کرتا اور ان میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی۔

ان حالات میں جان رحمت ﷺ نے تشریف لا کر اس حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ ہدایت الٰہی کسی قوم

کی میراث نہیں۔جس طرح سورج کی روشنی سب کے لئے عام ہے ایسے ہی آفتاب ہدایت ہر ملک اور ہر قوم میں طلوع ہوتے رہے ہیں۔دنیا کی تمام زبانوں میں وحی الٰہی اور صحائف آسمانی نازل ہوئے اور ہر جگہ انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔ان سب کو ماننا ضروری ہے۔اس طرح معاسرتی تنگ نظر کی جگہ وسعت نظر پیدا ہوئی اور مذہب کی بنیاد پر نسلی برتری کا تصور ختم ہوا۔

ہدایت الٰہی سے انحراف اور محض عامل ہدایت ہونے کے تفاخر کے باعث قوموں اور گروہوں کے درمیان باہمی عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانتے نہیں تھے بلکہ ان کے بارے میں طرح طرح کی بری باتیں کرتے تھے۔اس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں شدید نفرت تھی۔حاکم کائنات ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں سے کہا کہ یہ بے کار کی نفرت اور جنگ ختم کریں۔عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی۔آپس میں لڑنے کی بجائے ان نبیوں کی اصل تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ایسے ہی عرب صرف حضرت ابراہیم، نوح اور چند پیغمبروں علیہم السلام کو مانتے تھے۔موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔انجیل اور تورات، کسی پر ان کا ایمان نہیں تھا۔اس کی وجہ سے عربوں اور اہل کتاب کے درمیان بھی نفرت کی خلیج حائل تھی۔یہ رسول الی کافته الناس محمد تھے جنہوں نے جاہل اور مشرک لوگوں کو کلمہ حق پڑھایا۔

ان الذين يكفرون بالله ورسله ويريدون ان يفرقوابين الله ورسله و يقولون نومن بعض ونكفر بعض ويريدون ان يتخذوا بين ذالك سبيلا اولئك هم الكفرون حقا واعتدنا للكفرين عذابا مهينا والذين امنوا بالله ورسله ولم يفرقوابين احدمنهم اولئك سوف يوتيهم اجورهم وكان الله غفور رحيما ”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہ مانیں گے اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ بیچ میں کوئی راستہ نکالیں، وہی تو حقیقت میں کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کیا تو وہی لوگ ہیں جن کا اجر خدا ان کو دے گا۔اللہ بخشنے والا اور رحمت والا ہے“(سورۃ النساء)۔

”بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر اور یوم آخرت پر اور تمام فرشتوں اور کتاب پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے“(سورۃ البقرہ)۔كل امن بالله وملئكته و كتبه ورسله لانفرق بين احد من رسله ”یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کا قوم یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے“(سورۃ البقرہ)۔

یہودیوں کو محبوب کریم ﷺ پر ایمان لانے میں جو چیز سب سے زیادہ گراں گزرتی تھی وہ یہی تھی کہ مسلمان ہونے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننا پڑے گا۔بہت سے یہودی مسلمان ہونا چاہتے تھے۔

اس شرط پر کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے مستثنیٰ رکھا جائے لیکن محبوب کریم ﷺ نے یہ بات نہیں مانی اوران سے فرمایا۔قل یاھل الکتب ھل تنقمون منا الا ان امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فسقون ''ان سے کہو! اے اہل کتاب! تم جس بات پر ہم سے بگڑے ہو وہ اس کے سوااور کیا ہے کہ ہم اللہ پراور دین کی اس تعلیم پر ایمان لائے جو ایمان لائے جو ہماری طرف نازل ہوئی' اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں'' (سورۃ المائدہ)۔قریش اور مشرکین عرب کی یہ حالت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے پڑتے تھے۔ان سے کہا گیا۔ ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه یصدون ووقالواء لھنتنا خیرام ھوء ماضرابوه لك الا جدلا بل ھم قوم خصمون ''اور جونہی ابن مریم کی مثال دی گئی تمہاری قوم نے اس پر غل مچا دیا اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ یہ مثل وہ تمہارے سامنے محض کج بحثی کے لئے لائے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ یہی ہیں جھگڑالو لوگ'' (سورۃ الزخرف)۔یہ انبیائے سابقین کی تصدیق کا مذہب تھا' جو انسانوں کے درمیان مذہبی جھگڑوں کو ختم کرتا تھا۔اب کوئی کسی سے یہی نہیں کہہ سکتا تھا کہ تمہارا نبی غلط' ہمارا نبی صحیح۔علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے۔ایک یہودی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں۔ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے۔ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ' شودر اور چنڈال کہہ کر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے۔ایک آتشی تمام عالم کو بحرظلمات کہہ کر بھی نورانی ہوسکتا ہے اور وہ ابراہیم' موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو نعوذ باللہ جھوٹا کہہ کر بھی دینداری کا دعویٰ کرسکتا ہے' لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ناممکن کردیا ہے کہ کوئی ان کی پیروری کا دعویٰ کر کے ان سے پہلے کے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے۔محبوب کریم ﷺ تہجد میں جو دعا پڑھتے تھے اس میں ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا' سب نبی برحق تھے اور محمد بھی برحق ہے۔غرض کوئی شخص اس وقت تک محمدی تو نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ پہلے موسوی' عیسوی اور ایرانی و ہندی نہ بن جائے اور کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت' حقانیت' راست بازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرے (سیرت النبی جلد چہارم صفحہ ۵۸)۔

ایک روایت کے مطابق جان کائنات ﷺ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے۔ان میں سے قرآن میں صرف ان انبیاء کا ذکر ہے' جن سے عرب' یہودی اور عیسائی واقف تھے۔بقیہ نبیوں کا تذکرہ نہیں کیا گیا اور صرف یہ اصولی بات بتادی گئی۔ ولکل امة رسول ''اور ہر قوم کے لئے ایک رسول ہے'' (سورۃ یونس)۔ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ''اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا'' (سورۃ النحل)۔ولقد ارسلنا من قبلك رسلا الی قومھم ''اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا'' (سورۃ الروم)۔ولکل قوم ھاد ''اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی آیا'' (سورۃ الرعد)۔وان من امة الا خلافیھا نذیر ''اور کوئی قوم نہیں جس میں ایک نذیر

(متنبہ کرنے والا) نہ آیا'' (سورۃ فاطر)۔وکم ارسلنا من نبی فی الاولین ''پہلے گزری ہوئی قوموں میں بھی ہم نے بارہا نبی بھیجے ہیں'' (سورۃ الزخرف)۔وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم ''ہم نے اپنا پیغام دینے کے لئے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے'' (سورۃ ابراہیم)۔ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك ''تم سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں' جن میں بعض کے حالات ہم نے تم کو بتائے اور بعض کے نہیں بتائے'' (سورۃ المومن)۔

ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو نبی سے محروم رہی ہو۔لیکن ایک قوم کے نبی سے بعض اوقات دوسری قومیں ناواقف ہوتی ہیں۔مثلاً حضرت ہود اور حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ ماننا بلاوجہ نہیں ہے۔وہ واقعی پیغمبر تھے۔یہود و نصاریٰ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو صرف بادشاہ کہتے تھے پیغمبر نہیں تسلیم کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ نے واضح کیا کہ یہ دونوں شخصیتیں بھی پیغمبر تھیں۔انبیائے سابقین کے بارے میں ایک بات یہ تھی کہ ان کے بارے میں بے سر اپا قصے اور کہانیاں گھڑلی گئی تھیں۔ان قصوں میں انبیائے سابقین کی شان اور عزت کو گرانے والی باتیں شامل تھیں۔رحمت دوجہاں ﷺ نے اس طرح کی تمام بے سر اپا باتوں کی تردید کی۔مثلاً انجیل کے مطالعے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی عزت نہیں کرتے تھے اور نماز روزہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی تردید میں قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا۔واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا و برام بوالدنی ولم یجعلنی جبارا شقیا ''اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا'' (سورۃ مریم)۔

یہودی حضرت مریم علیہ السلام پر تہمت رکھتے تھے۔قرآن نے کہا۔ومریم ابنت عمرن التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا و صدقت بکلمت ربها وکتبه وکانت من القنتین ''اور عمران کی بیٹی مریم (علیہم السلام) جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی' پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی' اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی'' (سورۃ التحریم)۔حضرت سلیمان علیہ السلام کو گنڈے تعویذ' عملیات اور سحر و جادو کا موجد سمجھا جاتا تھا۔قران پاک نے اس کی تردید کی۔وما کفر سلیمن ولکن الشطین کفروا یعلمون الناس السحر ''حالانکہ سلیمان (علیہ السلام) نے کبھی کفر نہیں کیا' کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے'' (سورۃ البقرہ)۔

بائبل میں حضرت لوط علیہم السلام پر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔قرآن میں

اس کی بھی تردید آئی۔ راحت جاں ﷺ نے دوسرے انبیاء کی یہاں تک عزت کی کہ بعض اوقات اپنے آپ کو بھی فراموش کردیا۔ ایک بار ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کو "اے بہترین خلق" کہہ کر خطاب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "بہترین خلق تو ابراہیم (علیہ السلام) تھے"۔ ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے عالی خاندان کون تھا؟ فرمایا "حضرت یوسف بن پیغمبر بن پیغمبر بن خلیل اللہ (علیہم السلام)"۔ ایک روایت میں ہے کہ مدینے میں ایک یہودی نے کہا "قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی"۔ ایک مسلمان کو یہ بات ناگوار گزری کہ ہمارے پیغمبر کی موجودگی میں یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ اس پر تکرار ہوئی۔ مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا۔ یہودی نے دربار نبوی ﷺ میں شکایت کی۔ جان رحمت ﷺ نے مسلمان کو بلا بھیجا۔ مقدمے کی روداد سنی اور شدت تاکید کے ساتھ فرمایا "پیغمبروں کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو (یعنی ایسی فضیلت جس سے کسی دوسرے نبی کی توہین ہوتی ہو)"۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجت و اتينا عيسىٰ ابن مريم البينت و ايدنه بروح القدس "ان رسولوں کو ہم نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کئے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا۔ کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روح پاک سے اس کی مدد کی" (سورۃ البقرہ)۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسولوں کے بھی مختلف درجات ہیں۔ کسی کے کم، کسی کے زیادہ۔ لیکن اس اختلاف درجات کو اس طرح بیان کرنا کہ باہمی کشیدگی یا جھگڑے پیدا ہوں، ممنوع ہے۔ انبیائے سابقین کے بارے میں رحمت دوجہاں ﷺ کی تعلیمات ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ عرب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال سن کر مذاق اڑاتے تھے، جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جلالت شان کے تذکرہ پر غصہ آتا تھا وہ انبیائے سابقین کے ایسے قائل ہوئے کہ اپنی اولاد کے نام عیسیٰ اور موسیٰ رکھنے لگے اور آج بھی انبیائے سابقین کا احترام مسلمانوں کے ایمان میں شامل ہے۔ صرف احترام ہی نہیں۔ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک وہ ختم المرسلین ﷺ کے ساتھ ساتھ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ کے فرستادہ تسلیم نہ کرے۔

وحدت دین

جان رحمت ﷺ کے زمانہ میں یہ خیال بھی عام تھا کہ ایک نبی کی تعلیمات دوسرے انبیاء کی تعلیمات سے مختلف ہیں اور ہر ایک کا مذہب الگ الگ ہے۔ آدمی ان میں سے کسی ایک کو مان سکتا ہے، سب کو نہیں مان سکتا۔ کیونکہ ان کی تعلیمات باہم متضاد ہیں۔ لیکن محبوب کریم ﷺ نے بتایا کہ دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ سب نبیوں نے از آدم تا ابن مریم علیہم السلام ایک دین کی تعلیم دی ہے اور وہ ہے السلام کا دین۔ فرق جو کچھ ہے وہ دین میں نہیں شریعت اور منہاج میں ہے۔ ہر قوم کے حالات کے لحاظ سے اس کے لئے

شریعت مقرر کی گئی۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ بہت تنومند اور صحت مند تھے۔اس لئے ان کے روزے کئی کئی دن کے ہوتے تھے۔ بعد کی امتوں میں جسمانی ضعف پیدا ہو گیا تھا۔اس لئے انہیں صرف ایک دن کا روزہ رکھنے کی ہدایت کی گئی۔اسی طرح کے اختلافات بنیادی اصولوں کے اختلاف نہیں ہیں۔قومی مزاج اور حالات کے اختلافات ہیں۔مگر اب وقت آ گیا ہے کہ قومی شریعتوں اور مناسک کی جگہ ایک بین الاقوامی شریعت اور بین الاقوامی مناسک و رسوم مقرر کئے جائیں تا کہ انسانیت ٹکڑوں میں بٹی رہنے کی بجائے متحد و متفق ہو سکے۔اس کے لئے خاتم النبیین ﷺ اور ان کی شریعت و مناسک نازل کئے گئے ہیں، جو انبیائے سابقین اور ان کی شریعتوں اور مناسک کی تکذیب نہیں کرتے، تصدیق کرتے ہیں اور ان شریعتوں اور مناسک کا بیشتر حصہ جو آج بھی مفید اور قابل عمل ہے۔شریعت محمدیہ ﷺ میں شامل کیا گیا ہے۔صرف وہ چیزیں چھوڑ دی گئی ہیں جو اس زمانے کے مخصوص تقاضوں کے لئے تھیں اور جن کی کوئی دائمی اور ابدی حیثیت نہیں۔وحدت دین یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی دین تھا، اس نظریئے کو قرآن میں اس طرح واضح کیا گیا ہے۔(ترجمہ) ''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسی (علیہم السلام) کو دے چکے ہیں۔اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمد ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔لوگوں میں جو تفرق رونما ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے ہیں۔اگر تیرا رب پہلے ہی یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک وقت مقرر تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے گا تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ اگلوں کے بعد لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے۔وہ اس کی طرف سے بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔چونکہ یہ حالت پیدا ہو چکی ہے۔اس لئے (اے محمد ﷺ) اب تم اسی دین کی طرف دعوت دو اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ، اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو، اور ان سے کہہ دو کہ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا۔مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اس کی طرف سب کو جانا ہے'' (سورۃ الشوریٰ)۔

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ محمد ﷺ کا دین وہی ہے جو نوح علیہ السلام کا تھا، ابراہیم علیہ السلام کا تھا، موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور اگلی نسل کے بعد پچھلے نسلوں نے اپنی تحریفات سے اس دین میں تفرقے پیدا کر دیئے تھے۔آپس کی ضد اور تعصبات کو مذہب بنا لیا تھا۔یہ بات بھول گئے کہ دین سب کا ایک ہی ہے۔اہل

کتاب بھی اس وحدت کو بھول کر شکوک و شبہات کا شکار ہوئے۔ اب اے محمد ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ سب کو اصل دین کی طرف بلاؤ اور کہو کہ دنیا میں خدا کی طرف سے جو کتاب بھی آئی ہے میں ان سب کو مانتا ہوں اور تم مختلف مذہبوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ان لوگوں سے انصاف کرو یعنی جس کے پاس جو سچائی ہے اسے قبول کرو اور اس سچائی پر سب آپس میں متحد ہو جائیں' جھگڑا ختم کریں۔ یہی بات ایک اور قرآنی آیات میں بھی کہی گئی ہے کہ'' کہو اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم (صرف خدا کی اطاعت اور بندگی کرنے والے) ہیں'' (سورۃ آل عمران)۔ ایک اور مقام پر قران شریف میں کہا گیا۔ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ یقیناً ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے۔ وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے'' (سورۃ الانعام)۔ سورۃ المومنون میں وحدت دین کا مضمون یوں بیان کیا گیا ہے ''اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو' میں اس کو خوب جانتا ہوں اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں' پس مجھ ہی سے ڈرو۔ مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے' اسی میں وہ مگن ہے''۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''میں سب لوگوں سے زیادہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپس میں علاتی بھائی ہیں' کہ ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور دین (جو مثل والد کے ہے) ایک ہے''۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب انبیاء علیہم السلام اور صداقت پر تھے' تو حضرت محمد ﷺ کے احکامات کی پابندی اور پیروی کیوں ضروری ہوئی۔ آدمی کسی ایک نبی کو مان لے اور اس کے احکامات پر عمل کر لے تو وہ حق اور صداقت پر ہوگا۔ جب حضرت محمد ﷺ بھی حق پر ہیں اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی۔ تو آدمی اگر موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام کی شریعت اور احکامات پر عمل کرتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے احکامات کو نظر انداز کرتا ہے تو اس میں آخر حرج کی کیا بات ہے؟ بہ الفاظ دیگر دنیوی اور اخروی نجات کے لئے کسی خاص نبی کی شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔ آدمی اپنے حسب منشا کسی بھی نبی کی شریعت کو اپنے لئے منتخب کر سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت محمد یہ ﷺ سے پہلے کی تمام شریعتیں وقتی اور محدود حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ ایک مختصر عرصہ کے لئے تھیں اور ان خاص حالات کے لئے تھیں جو اس وقت موجود تھے۔ یہ عرصہ اور یہ حالات چونکہ ختم ہو گئے' اس لئے یہ شریعتیں بھی منسوخ ہیں اور ان کی جگہ وہ شریعت محمدی ﷺ اب مستند حیثیت رکھتی ہے جو ہر ملک کے لئے ہے ہر قوم کے لئے ہے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو

شریعت ملی تھی وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ کتاب استثنا (موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ایک شریعت عطا فرمائی جو کہ یعقوب علیہ السلام کی جماعت کی میراث ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت موسوی صرف آل یعقوب علیہ السلام کی شریعت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشن محدود مشن تھا اور وہ صرف یہ تھا "اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہو' کی جگہ میں لاؤں" (کتاب خروج)۔ "بس اب تو جا۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال" (کتاب خروج)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد فقط اتنا تھا کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے چھٹکارا دلائیں اور انہیں ایک علیحدہ آزاد وطن لے کر دیں۔ اس لئے ان کی شریعت بنی اسرائیل کے بھی اس خاص حالات کے لئے تھی۔ تاہم اس کا جو دائمی اور ابدی حصہ ہو سکتا تھا' وہ شریعت محمدیہ ﷺ میں شامل کیا گیا۔ شریعت موسوی علیہ السلام کے بیشتر احکام شریعت محمدیہ ﷺ میں شامل ہیں اور جو نہیں شامل ہیں وہ وقتی نوعیت کے تھے یا سرے سے احکام ہی نہیں تھے۔ بعد کے لوگوں نے انہیں خواہ مخواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کر دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی آئے وہ بھی سب بنی اسرائیل کے لئے ہی تھے اور انہوں نے شریعت موسوی علیہ السلام ہی کو برقرار رکھا۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود کہتے ہیں۔ "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔ انجیل متی میں ہے کہ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا تو انہیں ہدایت کی۔ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی تبلیغ غیر قوموں کے لئے نہیں تھی اور بنی اسرائیل میں سے بھی سامریوں کے لئے نہیں تھی۔ اس لئے ان کے پاس جانے کی ممانعت کر دی گئی۔ اس کے برخلاف محبوب دوجہاں ﷺ کا خطاب یاایھاالناس ہے۔ "اے محمد (ﷺ)! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں" (سورۃ الاعراف)۔ اور یہ کہ "اور ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے" (سورۃ سبا)۔ انبیائے سابقین کو خود بھی یہ بات معلوم تھی کہ ان کا مشن محدود نوعیت کا ہے اور ان کے احکامات وقتی ہیں اور ایک ایسا نبی جو ساری انسانیت کا نبی ہو اور جس کی شریعت چار دانگ عالم کے لئے ہو وہ ابھی آنے والا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس آنے والے نبی کی پیشین گوئی بھی کی اور یہ ہدایت بھی کی کہ وہ جب آئے تو اس کی اطاعت کرنا' خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا" (سورۃ استثنا)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی طرح ایک صاحب شریعت نبی اور آئے گا اور خدا کے نئے کلام

کے ساتھ آئے گا۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا" لیکن وہ فارقطیط (احمد ﷺ) پاکیزگی کی روح ہے' جسے باپ (خدا) میرے نام سے بھیجے گا۔وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں یاد دلائے گا" (یوحنا)۔"اور وہ فارقلیط آ کر دنیا کو گناہ سے راستی و عدالت سے قصوروار ٹھہرائے گا۔گناہ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔لیکن جب وہ سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔اس لئے کہ وہ اپنے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔میری بزرگی کرے گی" (یوحنا)۔

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام کو خود ہی نا تمام قرار دیا ہے اور ایک آئندہ آنے والے کی خبر دی ہے۔چنانچہ آنحضرت اللہ کریم نے اعلان کیا۔"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا ہے"۔ دین کو کامل کرنے کا دعویٰ محبوب کریم ﷺ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔اس لئے کہ یہ انبیائے سابقین کے سامنے کامل نہیں ہوا تھا۔آپ ﷺ ہی کے زمانے میں آ کر کامل ہوا اور آپ ﷺ کے بعد پھر کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے ختم نبوت کا بھی اعلان کیا گیا۔جان رحمت ﷺ سے پہلے کسی نے ختم نبوت کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔بلکہ انبیائے سابقین میں سے ہر ایک نے اپنے بعد ایک بڑے نبی کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی اور ان پیشین گوئیوں کا مصداق محبوب کریم ﷺ کی ذات تھی۔

کائناتِ حسن

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو ساری کائنات سے حسین و جمیل بنایا کیونکہ خالق کائنات خود جمیل بھی ہے اور جمال کو پسند بھی کرتا ہے سو اس نے سیرت و صورت کے تمام جمالیاتی پہلو اپنے محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی میں جمع فرما کر اس عظیم ہستی کو "کائنات حسن" بنا دیا۔آپ ﷺ سا صاحب جمال تو کسی ماں نے جنا ہی نہیں اور آپ ﷺ کو ہر قسم کے ظاہری و باطنی عیوب سے پاک پیدا کیا گیا ہے گویا آپ کی تخلیق تو ایسے ہوئی جیسے کہ آپ ﷺ کی اپنی مرضی تھی۔آئمہ شریعت و طریقت اور فقہا امت کا اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ جو صورت و سیرت کے اعتبار سے آئینہ جمال کبریا حضور حبیب خدا ﷺ کو بے مثل اور ساری کائنات کے تمام انسانوں سے افضل نہ مانے اس کو ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہو سکتی۔

محسن کائنات ﷺ کے ساتھ حج کرنے والی ایک ہمدانی خاتون نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ محبوب کریم ﷺ کے رخ انور کی کیفیت یہ تھی کہ محبوب کریم ﷺ کا روئے مبارک (چہرہ اطہر) چودھویں رات کے چاند کی طرح (روشن و منور) تھا جس کی مثل نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھنا نصیب ہوا۔اسی طرح حضرت ہند بن ابی ہالہ کے الفاظ ہیں کہ "محبوب کریم ﷺ جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں عظیم بزرگ' معظم اور حسین تھے۔آپ ﷺ کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور تاباں تھا" سبحان اللہ۔

حسن یوسف' دم عیسیٰ اور ید بیضا کے کمال بے شک اپنی اپنی جگہ پر مسلم تھے لیکن محبوب کریم ﷺ کے

حسن و جمال، علم و کمال اور معجزات کی تو شان ہی نرالی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ جب جمال رسالت مآب ﷺ کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حسن یوسف بے حجاب تھا اور اس میں منہمک ہونے والی عورتیں تھیں جنہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور انہیں اس حسن کے جلوؤں میں انہماک کے سبب انگلیاں کٹنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔ لیکن حسن مصطفیٰ ﷺ پر چودہ صدیوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں اس کے باوجود آج بھی لوگ انگلیاں نہیں بلکہ سر کٹانے کو تیار ہیں اور سر کٹانے کی آرزو رکھنے والی مصر کی عورتیں نہیں بلکہ خطہ عرب کے دلیر بہادر اور جرأت مند مرد ہیں۔ کیا خوب کہا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

یہ بھی واضح رہے کہ بے حجاب حسن یوسف پہ انگلیاں کٹیں اور حسن محبوب ﷺ حجاب میں ہے صرف محبوب ﷺ کے نام پر سر کٹائے جا رہے ہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ ۔

مٹا دے اپنی ہستی آج ناموس محمد ﷺ پہ
یہ نکتہ ہے مسلمان کی حیات جاودانی کا

بات صرف آپ ﷺ کے حسن تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کے نام پر سر کٹانے والے تو پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ

کتنی تسکین وابستہ ہے ترے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ آجاتی ہے بڑے آرام کے ساتھ

اور جب محبوب کریم ﷺ کا ذکر خیر ہو، حسن محبوب کی بات چھڑے تو پھر عبدالحمید عدم یوں گویا ہوتے ہیں کہ ۔

چراغ جلنے لگے زیست کے اندھیروں میں
یہ کس کے روئے درخشاں کا ذکر آیا ہے

کیوں نہ ہو شاعر دربار رسالت جان رحمت ﷺ کی مبارک پیشانی کا تذکرہ اپنے عربی شعر میں اس انداز میں کرتے ہیں کہ ”جب رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو اس طرح چمکتی دکھائی دیتی جس طرح روشن چراغ چمکتا ہے“ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں چہرہ محبوب کریم ﷺ کا ذکر چھڑا۔ ایک شخص نے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسالت مآب ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں چہرہ محبوب ﷺ تلوار کی طرح نہ تھا بلکہ چاند کی مثل تھا۔ یہاں شیخ ابراہیم بیجوری رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی تصریح میں لکھتے ہیں کہ پوچھنے والا اس سوال کے ذریعے

سے دو باتیں پوچھ رہا تھا۔ ایک تو محبوب کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کی چمک دمک، حسن اور دوسرے لمبائی۔ جس پر حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ نے چاند کو استعارہ پیش کر کے اس کے دونوں اشکال دور کر دیئے۔ جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے قبل آپ ﷺ کے روئے انور کو دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگے۔ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ یہ آپ ﷺ کا حسن و جمال ہی تو ہے کہ خود اللہ قادر و کریم جس کی قسمیں یاد فرماتا ہے اور قرآن کریم کی سورہ والضحیٰ اس پر گواہیاں دے رہی ہے۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''چہرہ محبوب ﷺ کی قسم'' اور ''میرا محبوب ﷺ کتنا حسین ہے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو صرف ظاہری حسن و جمال ہی عطا نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کو کمالات کے نقطہ عروج کا عالی منصب بھی عطا کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے اعضاء جسمانی کے کمالات و معجزات کے اظہار کے لئے بھی دفتر کے دفتر کم رہ جائیں گے۔ آپ ﷺ کی چشم مبارک ہی کو لیجئے تو حضرت فاروق اعظم اور سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہم کی ایک روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور خوب سیاہ تھیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آنکھوں کے سفید حصے سرخ ڈورے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب محسن کائنات ﷺ نے ۲۵ برس کی عمر میں تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر فرمایا تو بصرہ میں نسطورا راہب کے گرجے کے قریب ایک درخت کے سائے میں قیام کے دوران اس راہب نے آپ ﷺ کے ساتھ سفر کرنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ سے پوچھا۔ کیا ان کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے۔ میسرہ نے کہا کہ ہاں سرخی ہے اور یہ سرخی آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے کبھی الگ نہیں ہوتی۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۱) گویا نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ دوسری طرف آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں کا کمال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ مالک دو جہاں ﷺ رات کی تاریکی میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسے دن کے اجالے میں۔ بات یہیں تک نہیں بلکہ غزوہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میدان میں یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں بیٹھے بیٹھے میدان کے احوال کو خود ملاحظہ فرمایا اور وہاں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگاہ بھی فرما دیا۔ یعنی دور اور نزدیک برابر دیکھنا بھی آپ ﷺ کا اعجاز ہے اور راستے کی دوریاں اور اس کے ساتھ مادی حجابات بصارت نبوی ﷺ کے راہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

معراج کی شب تو آپ ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے حالت بیداری میں رب العزت کو اس کی شان کے مطابق بڑی اچھی صورت میں دیکھا۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آنکھ سے خدا ہی نہ چھپا بلکہ جس آنکھ نے ذات الٰہی کے جلوؤں کو ملاحظہ فرمایا، اس سے خدائی کیسے چھپ سکتی ہے گویا اللہ کریم کی عطا اور فضل خاص سے کائنات کی ہر شے آپ ﷺ پر عیاں اور ظاہر ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے (جلد دوم صفحہ ۳۹) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ مالک دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق اور مغرب کا مشاہدہ کرلیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام حجابات کو اٹھا دیا اور میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہوں (زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۲۰۴)۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ راحت جاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس مقام پر ہر شے کا مشاہدہ کرلیا حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی میں نے دیکھ لیا۔

محبوب کریم ﷺ کے دست مبارک کا ذکر خیر بھی حدیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ کے صحابی حضرت ابن وقاص رضی اللہ عنہ علیل ہوئے تو آپ ﷺ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک ان کی پیشانی پر رکھا۔ اب وہ خود فرماتے ہیں کہ جب راحت جاں ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے، سینے اور شکم پر مس فرمایا تو مجھے ایسے لگا کہ جیسے سکون آ گیا ہو اور میں آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ کی ٹھنڈک آج بھی اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔ ابن خزیمہ اور حاکم میں ایک روایت حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے کہ میں محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی مجلس میں کمال ادب اور عجز و انکسار کے ساتھ بیٹھے پایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس طرح انہماک کے ساتھ بیٹھے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ میں بھی سلام عرض کرکے بیٹھ گیا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے کوئی جانے کے لئے اجازت مانگتا تو وہ آپ ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا۔ میں نے بھی جاتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ میں نے آپ ﷺ کا مبارک ہاتھ اپنے سینے سے لگایا تو وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ سبل الہدیٰ جلد دوئم صفحہ ۱۰۰ میں حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ کی روایت ہے کہ جان کائنات ﷺ کی انگلیاں ایسے خوبصورت تھیں جیسے چاندی کی ڈالیاں ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے دست مبارک کی انگلیوں کا معجزہ یوں بیان کیا ہے کہ ہم تین سو صحابہ زوارا کے مقام پر جمع تھے۔ د ... پینے کے لئے پانی دستیاب نہ تھا ہم نے ایک برتن میں تھوڑا سا پانی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیہ ... ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پانی میں رکھا تو آپ ﷺ کی پانچوں انگلیوں سے پانی کے پانچ فوارے جا ... گئے ہم نے وہ پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ لیکن تین سو کے لشکر سے بھی وہ پانی ختم نہ ہو سکا۔

آپ ﷺ سخاوت کے حوالے سے بھی اپنی ... ں رکھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مالک دو جہاں ﷺ سے ... کوئی شے مانگی ہو اور آپ ﷺ نے انکار فرما دیا ہو (المسلم، باب سخاء النبی)۔ اسی طرح ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ ایک سائل نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس دینے کو کوئی شے نہیں البتہ تو فلاں شخص کے پاس جا کر میرے نام پر اس سے قرض لے لے۔ میں اس کو ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس کی خاطر آپ ﷺ کیوں قرض لیتے ہیں یہ آپ ﷺ کی ذمہ داری تو نہیں ہے۔ اس بات کو

حضور ﷺ نے گراں محسوس فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت فرمائی۔ مالک ومختار دوجہاں ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو فضا میں سے چلو بھر کے آپ کی چادر میں ڈالا اور فرمایا اس کو سینے سے لگالو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بخاری شریف کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کوئی بات ہرگز نہیں بھولی۔

غزوہ احد کے موقع پر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ رحمت دوجہاں ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ ڈھیلا آنکھ کے اندر رکھا تو ان کی آنکھ فوراً ٹھیک ہوگئی۔ ابوجہل حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) اگر تم چاند کے دوٹکڑے کردو تو ہم آپ کو سچا نبی تسلیم کرلیں گے (کیونکہ آسمان پر تو جادوگروں کا جادو نہیں چل سکتا)۔ الہدایہ میں حدیث پاک موجود ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی مبارک انگلی سے اشارہ کیا تو آسمان کے چاند کے دوٹکڑے ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر کی ادائیگی کے لئے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی تو اسی وقت سورج واپس لوٹ آیا۔ پہاڑ پر دھوپ چمکنے لگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے عصر کی نماز ادا کی۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں پوری نسل انسانی کا سربراہ ہوں گا لیکن مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور زمین پر نمودار ہونے والا میں پہلا انسان ہوں گا اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے سارے انبیاء علیہم السلام میرے جھنڈے کے سائے تلے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔ امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف روایات میں ہے کہ محبوب دوجہاں ﷺ اپنے دائیں ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

جان کائنات ﷺ کے دہن مبارک سے نکلنے والی ہر بات امر الٰہی کے تابع ہے اور اس پر قرآن کریم میں سورۃ النجم میں ارشاد ہے ''یہ رسول (ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اس کا کلام سراپا وحی الٰہی ہوتا ہے''۔ لعاب دہن کی یہ برکت ہے کہ کھاری کنویں میٹھے ہوجاتے' آشوب چشم کا مرض کافور ہوجاتا' کھانے میں برکت اس قدر ہوجاتی کہ چند افراد کا کھانا سینکڑوں کے لئے کافی ہوجاتا۔ آپ ﷺ کی آواز کی یہ برکت اور یہ اعجاز تھا کہ قرب ودور برابر سنی جاتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مبارک آواز وہاں پہنچ جاتی تھی جہاں غیر کی آواز نہ جاسکتی ہو۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک کے متعلق آپ ﷺ کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ ''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میرے ادب کو اچھا کردیا''۔

جمال محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سر اقدس:

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ محبوب

کریم ﷺ کا سرِ ناز عظیم تھا۔

☆ حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کے جسد اطہر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سرِ ناز عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیف میں اور معنوی عظمت میں۔

جبینِ مقدس:

☆ حضرت امام حسن بن الامام علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

ابرو مبارک اور بھویں:

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ محسن کائنات ﷺ کے ابرو مبارک مقدار میں طویل تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور باہم ملے ہوئے نہیں تھے، اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب و جلال میں تڑپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

مبارک آنکھیں:

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی مقدس آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ بھنویں مبارک طویل اور باریک بالوں والی اور مکمل طور پر ملی ہوئی نہیں تھیں (اگرچہ قریب تھا کہ مل جائیں) اور پلکیں دراز۔

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ کی مقدس آنکھیں سفید سرخی مائل تھیں یعنی سفیدی میں سرخ باریک دھاریاں تھیں اور ابوداؤد نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں اشکل العینین کی بجائے اشہل العینین وارد ہے۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ آنکھوں کی پتلیاں سیاہ سرخی مائل تھیں۔

☆ حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب راحت جاں ﷺ کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ ﷺ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے۔

چہرہ انور:

☆ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ روح کائنات ﷺ کے رخسار مبارک ڈھلوان تھے اور زیادہ ابھرے ہوئے نہیں تھے (نہ جبڑوں سے چپکے ہوئے بلکہ پر گوشت تھے اور چہرہ اقدس کو چودھویں کے چاند کی مانند گول اور مدار بنائے ہوئے تھے)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب

''پیکر جمال وکمال ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ناک مبارک:

☆ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی ناک مبارک درمیان سے ذرا خمیدہ تھی اور بلند اس پر نور نمایاں نظر آتا۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو اس کو گمان گزرتا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ بلندی فی الواقع نہیں تھی بلکہ کمال موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض جلوۂ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔

دہن مبارک اور دندان مقدسہ:

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کا منہ مبارک ذرا چوڑا (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔

☆ حضرت جمیع سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا منہ مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا فاصلہ تھا اور کشادگی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کے سامنے والے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔

☆ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک اگر دانتوں سے تبسم اور ضحک کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارک یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پردہ میں تھے اور اب ظاہر ہو گئے ہیں) ان کی سفیدی اور چمک' صفائی اور رطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن کائنات ﷺ کے دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جبڑوں کے اندر جڑاؤ انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حسن محسوس ہوتا گویا کہ صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی محبوب کریم ﷺ کے معدن خلق اور تبسم سے ہے۔

نکہت اقدس:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال تک راحت جاں ﷺ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ہر قسم کے عطر سونگھے اور ان کی خوشبوؤں کا اچھی طرح اندازہ لگایا لیکن محبوب کریم ﷺ کی نکہت اقدس اور طیب ریح اور جسد اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو اور مہک بالکل نرالی تھی (کہ دنیا کے مشک وعنبر وغیرہ کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی)۔

چہرۂ انور کی تابانی اور صباحت وملاحت:

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ سرور عالم ﷺ عظیم اور بزرگ تھے اور خداداد رعب وجلال کے مالک۔ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس ایسے

چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ کے چہرہ اقدس میں تدبر اور گولائی تھی (جیسے چودھویں کے چاند میں)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کا چہرہ انور مستدیر اور گول تھا۔

☆ حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا نے رحمت دو جہاں ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے ایسی ہستی کو دیکھا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرۂ انور انتہائی نورانی تھا اور تاباں۔

ریش مبارک:

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ کی ریش مبارک (داڑھی شریف) گھنی تھی۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ کی ریش مبارک عظیم اور مقدار میں بڑی معلوم ہوتی۔

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک گھنی تھی۔

☆ عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ محبوب کریم ﷺ اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول و عرض میں برابر رکھتے۔

موئے مبارک:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جان کائنات ﷺ کے گیسو مبارک عظیم تھے اور اپنی درازی اور طولانی کی وجہ سے کان مبارک کے نرمہ تک ہوتے۔

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ آپ کے سر اقدس کے بال مبارک آپ ﷺ کے کندھوں کو چھوتے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے بال مبارک درمیان گھنگریالے تھے۔ بالکل سیدھے اور نہ انتہائی سخت گھنے۔

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ واصف مصطفٰے ﷺ سے راوی ہیں کہ راحت دو جہاں ﷺ کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے۔ جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے اور کنڈل سیدھے ہو جاتے (کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے) اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکھٹے ہو جاتے اور حلقہ دار، پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک پہنچتے تھے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ کے بال مبارک ہمہ اور فرو

کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔

☆ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے۔

☆ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ مبارکہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی چار مینڈھیاں دیکھیں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو وہ یوں معلوم ہوتی جیسے ریت میں اگے ہوئے کانٹے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ ناصیہ اقدس اور سامنے والے بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے تھے اور بعد ازاں آپ ﷺ نے مانگ نکالی جیسے کہ اہل عرب مانگ نکالا کرتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے کچھ عرصہ سدل فرمایا اور اس کے بعد مانگ نکالی۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''گیسوئے محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

گردن مبارک:

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے محبوب کریم ﷺ کی توصیف میں فرمایا کہ آپ کی گردن مبارک بلند تھی یعنی اس میں قدرے درازی تھی جو موجب سرفرازی تھی۔

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ محبوب خدا ﷺ کی گردن مبارک طولانی اور درازی میں تمثال اور صورت مصورہ کی گردن کی مانند تھی اور اس میں چاندی کی مانند صفائی تھی اور سفیدی۔

☆ عثمان بن عبدالملک روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ تھے کہ مالک دو جہاں ﷺ کی گردن مبارک صفائی اور سفیدی کے لحاظ سے چاندی کے کوزہ کی مانند تھی۔

کندھوں کا درمیانی فاصلہ:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے مبارک کندھوں میں مناسب فاصلہ تھا (ذرا بعد اور دوری تھی) یہاں لفظ منکب وارد ہے' جس سے مراد بازو اور شانہ کا محل اجتماع ہے۔

شانۂ اقدس:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کندھوں اور گردن مبارک کی درمیانی جگہ یعنی شانے فربہ تھے اور جلالت و ہیبت کا مظہر اتم اور قوت توانائی کی عظیم نشانی تھے۔ یہاں لفظ کند

وارد ہے اور اس سے دو کندھوں کا باہمی مقام اتصال و اجتماع مراد ہے۔

سینہ اقدس:

☆ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ محبوب کریم ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا نیز سینہ اور پیٹ برابر اور متوازی تھے۔

بطن اقدس:

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے جان کائنات ﷺ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا۔

☆ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری نظر جب بھی سید عالم ﷺ کے بطن اقدس پر پڑی تو مجھے تہ بہ تہ رکھے ہوئے اوراق یاد آئے (ملاحت اور سفیدی کے لحاظ سے)۔

☆ مخرش کعبی سے مروی ہے کہ سید خلق ﷺ نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ فرمایا (اور احرام باندھا) تو میں نے آپ کے پیٹھ مبارک کو دیکھا گویا کہ وہ چاندی (پگھلا کر) ڈھالی گئی ہے (اور جب پشت اقدس کی سفیدی اور دلربائی کا عالم یہ ہے تو لامحالہ پیٹ مبارک کی کیفیت بھی یہی ہوگی)۔

ناف مبارک:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر اولین و آخرین ﷺ کا بدن اقدس بالوں سے خالی تھا۔ صرف سینہ اقدس اور ناف مبارک کے درمیان بال تھے۔

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا جسد اطہر چمکدار اور شفاف اور بالوں سے خالی تھا البتہ سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کا ایک باریک ساخط تھا یا سینہ اقدس کے اوپر والے حصہ، کلائیوں اور کندھوں پر بال تھے۔ اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

باکرامت انگلیاں:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک دو جہاں ﷺ کی باکرامت انگلیاں، ہتھیلیوں اور قدموں کی جانب سے موٹی اور طویل ہیں۔

کف دست اقدس:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی مقدس ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

☆ حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صاحب جود و عطاء ﷺ کی مقدس ہتھیلیاں کشادہ اور فراخ تھیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نازنین خلق ﷺ کی ہتھیلیوں کو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ اس قدر ملائم تھیں اور مجسم لطافت کہ میں نے کوئی خز اور ریشم

ان سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔

☆ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے محسن کائنات ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے اتنا ملائم کسی ریشم کو بھی نہیں پایا جتنا کہ اس محبوب کریم ﷺ کا دست اقدس ملائم تھا۔

☆ عون بن ابی جحیفہ اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ روح کائنات ﷺ وادی بطح کی طرف نکلے۔ایک نیزہ بطور سترہ آپ ﷺ کے سامنے گاڑا گیا۔آپ ﷺ نے اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دست اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو میں بھی حاضر ہوا اور دست اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملا تو کیا محسوس کرتا ہوں کہ وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار۔

مبارک کلائیاں:

☆ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راحت جاں ﷺ کی کلائیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور ہڈیوں کے جوڑ ظخیم تھے (جو کہ قوت وتوانائی کی علامت تھے)۔

☆ صالح مولی الخوامہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کی صفت و کیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کی کلائیوں میں طولانی اور درازی تھی۔

مبارک پنڈلیاں:

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ کی مبارک پنڈلیاں قدموں کی طرف سے (انتہائی موزوں انداز میں) پتلی تھیں (اور زیادہ موٹی نہیں تھیں)۔

☆ عبدالرحمٰن بن مالک بن جعشم اپنے باپ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کے بھائی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے محبوب دوجہاں ﷺ کو قریب سے دیکھا جب کہ آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف جارہے تھے۔آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غرز (رکاب) میں تھے۔تو آپ ﷺ کی پنڈلیاں (اپنی سفیدی اور چمک دمک کی رو سے) یوں معلوم ہورہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردہ سے ابھی باہر لگا ہو۔

مقدس ایڑیاں:

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن کائنات ﷺ کی ایڑیاں مبارک زیادہ بھاری اور پر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم اور پتلی تھیں (رواہ مسلم)۔

پائے اقدس:

☆ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کے باطنی حصہ اور نچلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پر گوشت بھی نہیں تھے۔

تروتازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ ابھی ان سے پانی بہ کر الگ ہوا ہے۔

☆ عثمان بن عبدالملک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ آپ ﷺ کے حاشہ نشیں اور حاضر بارگاہ تھے۔فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کے کف دست اقدس اور قدم مبارک ضخیم تھے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیوں کے منتہا ضخیم و عظیم تھے (جو کہ خداداد قوت وطاقت کے مظہر تھے)۔

☆ حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں) روایت فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ جلیل المشاش تھے یعنی آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کے آخری حصے عظیم و ضخیم تھے مثلاً گھٹنے' کہنیاں اور کندھے۔

<u>اعتدال خلق:</u>

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر میں کمال اعتدال تھا۔آپ ﷺ کا بدن اقدس نہ بالکل دبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی بدن اقدس میں ڈھیلا پن اور استرخاءخم پیدا نہیں ہوا تھا۔

<u>قامت رعنا:</u>

☆ حضرت ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نعت رسول مقبول ﷺ اور وصف محبوب کریم ﷺ بیان کرتے ہوئے سنا کہ محسن کائنات ﷺ میانہ قد تھے نہ انتہائی طویل اور نہ بالکل مختصر۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دوجہاں ﷺ کی قامت رعنا نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بلکہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دوجہاں ﷺ درمیانہ قامت کے مالک تھے۔

☆ حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے جداکرم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ محبوب کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ نہ طویل ممغط تھے اور نہ قیصر متردد یعنی نہ انتہائی بلند قامت اور نہ بالکل کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قد رعنا تھا اور موزوں قامت زیبا۔

☆ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ عام درمیانہ قد لوگوں سے دراز قامت تھے اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قد رکھتے تھے۔

☆ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور دوعالم ﷺ کا قد زیبا

کا اعجاز یہ تھا کہ جس طویل سے طویل آدمی کے ساتھ مل کر آپ چلتے تو آپ ﷺ اس سے بلند نظر آتے اور بسا اوقات وہ بلند و بالا قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ ان سے بالا و بلند نظر آتے اور وہ جب آپ سے الگ ہوتے تو وہ دراز قد اور طویل قامت معلوم ہوتے مگر آپ ﷺ میانہ قد ہی دکھائی دیتے۔

جلد مطہر:

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جان کائنات ﷺ کف دست اقدس کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے۔ میں نے ہر قسم کے خز و دیباج اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت و نفاست اور نرمی و ملائمت محبوب کریم ﷺ کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

☆ عثمان بن عبدالملک اپنے ماموں سے ناقل ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ انتہائی ملائم اور رقیق و نفیس تھا۔

رنگت مبارک:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ کا رنگ مبارک میں بہت ہی آب و تاب اور چمک و دمک تھی نہ بالکل گندم گوں اور نہ بالکل سفید۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ محبوب کائنات ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا جس پر سرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ رنگ مبارک کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے (اور جاذب نظر و دلکش)۔

حسن و جمال:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے کبھی بھی کوئی چیز رحمت دو جہاں ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین و جمیل صرف محبوب کریم ﷺ کو ہی پایا ہے (اخرجہ البخاری والمسلم)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''تذکرۂ حسن محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ محبوب کائنات ﷺ کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؟ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ (چودھویں کے) چاند کی مانند تھا یعنی تلوار میں بھی چمک تو ہوتی ہے لیکن پھر بھی سیاہی کلیتہً زائل نہیں ہوتی لیکن محسن کائنات ﷺ کا چہرہ اقدس سیاہی کی طرف ذرہ بھر میلان سے بھی منزہ و مبرا تھا۔ نیز تلوار کے ساتھ تشبیہ میں چہرہ انور کی طولانی کا

بھی تو ہم پیدا ہو سکتا تھا حالانکہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا (بخاری شریف)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے محبوب کریم ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو نہیں پایا۔ چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے نازنین خلق ﷺ کو سرخ دھاری دار لباس میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ میں کبھی ماہتاب آسمان کو دیکھتا تھا اور کبھی حبیب رحمانی ﷺ کو دیکھتا تھا۔ بالآخر میری نگاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ آپ ﷺ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ دھاریدار زیب تن کئے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کئے ہوئے ہو جان کائنات ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے (اخرجہ البخاری والمسلم)۔

☆ سعید جریری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے محبوب کبریاء ﷺ کا شرف دیدار حاصل کیا اور اب روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہو (یعنی صحابہ کرام میں سے) میں نے عرض کیا آپ کا حلیہ مبارک تو مجھے بتایئے تو انہوں نے فرمایا محبوب کریم ﷺ سفید چمکیلی رنگت والے تھے اور جاذب و دلکش اور درمیانہ قد اور جسد اطہر بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور بالکل چھریرا۔

☆ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ روح کائنات ﷺ دور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب و دلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یوں معلوم ہوتے تھے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ راحت جاں ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین وجمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔

☆ محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ محبوب دو جہاں ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے اگر تو آپ ﷺ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کا سایہ مبارک نہیں تھا۔

جب آپ ﷺ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کی چمک دمک اور ضیاء و نورانیت سورج کی ضیاء و نورانیت پر غالب آ جاتی اور جب کبھی چراغ کے ساتھ کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کی ضیائیں چراغ کے نور پر غالب آ جاتیں۔

پسینہ مبارک:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک کائنات ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بستر پر آرام فرماتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ ان کو آ کر کسی نے بتلایا کہ محبوب دو جہاں ﷺ تمہارے گھر تشریف لا کر محو استراحت ہیں۔ وہ جب حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے ان کا بستر (چمڑے کا بنا ہوا بچھونا) تر ہو چکا تھا اور عرق آلود۔ انہوں نے اپنے قیمتی ساز و سامان والا تھیلا کھولا اور اس میں خوشبو والی شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ پسینہ مبارک کو کپڑے کے ذریعے بچھونے سے اٹھاتیں اور ان شیشیوں میں نچوڑتیں۔

☆ رحمت دو جہاں ﷺ کی آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم امید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بابرکت فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح سوچا ہے اور درست کیا ہے (رواہ مسلم)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رنگت مبارک چمکیلی اور آپ ﷺ کا پسینہ مبارک لولو آبدار کی مانند تھا (جبکہ قطرات کی صورت میں ڈھل جاتا تھا)۔

☆ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا پسینہ مبارک چہرہ انور پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لولو آبدار اور خوشبو کے لحاظ سے وہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور مہک والا ہوتا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے پسینہ مبارک کے قطرات چمک دمک میں موتیوں کی مانند تھے اور خوشبو و مہک کے لحاظ سے کستوری کی مانند۔

☆ حبیب بن ابی حروہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا جبکہ رحمت دو جہاں ﷺ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ جب انہیں پتھر لگے (تو وہ حالت دیکھ کر) میں خوفزدہ ہو گیا تو محبوب کریم ﷺ نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا۔ آپ کی بغل مبارک سے پسینہ بہا تو وہ کستوری کی مانند خوشبو دار تھا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جان کائنات ﷺ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میری معاونت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا' کل میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی

ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور شیشی میں جمع فرمانے لگے حتی کہ وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو لے جا اور گھر والوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں (ان کے لئے یہ عظیم خوشبو ثابت ہوگی) جب اس گھر والے اس خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور اس گھر والوں کا نام ہی مطیبین پڑ گیا یعنی خوشبودار لوگ (الوفا احوال مصطفیٰ ﷺ)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''میرا محبوب ﷺ کتنا حسین ہے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

محبوب کریم ﷺ کو جہاں رب العالمین نے خاتم النبیین کی صفت سے نوازا وہاں آپ ﷺ کے اندر بے شمار اوصاف حمیدہ بھی پیدا فرما دیئے۔ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام کے سردار بنا کر مبعوث فرمائے گئے اس لئے تمام انبیاء کرام کے اوصاف و کمالات بھی آپ ﷺ کے اندر یکجا کر دیئے گئے۔ بقول شاعر۔

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انداز گفتگو کو انسانی شخصیت کے اندر بڑا اہم گردانا جاتا ہے اس لئے رب العالمین نے آپ ﷺ کو ایسی فصاحت و بلاغت اور قوت گویائی عطاء فرمائی تھی کہ روئے زمین پر کسی کو اس صفت سے نہ نوازا گیا تھا۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اوتیت جوامع الکلم و نصرت بالصبا ''مجھے جوامع الکلم عطا کیئے گئے اور میری مدد صبا کے ذریعہ کی گئی'' جوامع الکلم کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے الفاظ جو خود تو بہت کم ہوں لیکن ان الفاظ کا مفہوم بہت ہی وسیع ہو اور وہ الفاظ اپنے اندر سمندر کا سا مفہوم سموئے ہوئے ہوں۔

آپ ﷺ کے اندر تکلم و اسلوب خطابت کی ایک بہترین خصوصیت یہ تھی کہ الفاظ کم ہوتے تھے اور معانی و مطالب بہت زیادہ۔ آپ ﷺ کے کلام میں تکبرانہ انداز قطعاً نہ تھا اور تصنع و بناوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ قریش میں آپ ﷺ کی پیدائش اور بنی سعد میں پرورش سے آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت صراحت' بیان و مقابلہ اور عمدہ لفظی اسلوب کے ساتھ شعری ماحول کے محاوروں اور خوب صورت لب و لہجہ کی چمک دمک شامل تھی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کو وہ تائید الٰہی بھی حاصل تھی جس کا ذریعہ وحی ربانی تھا۔

آپ ﷺ کے کلمات و ارشادات حکمت و موعظ حسنہ کے انمول موتی' حقیقت و صداقت کا خزینہ بے بہا اور معرفت کا گنجینہ بے گراں تھے۔ خطابات نبوی ﷺ تاثیر اور رقت انگیزی میں در حقیقت معجزہ الٰہی تھے۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کے بندے دوزخ کی آگ میں جائیں اور جلیں''۔ یہ ارشاد ایک ایسے نفسیاتی ماحول میں ہوا کہ ہر شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احساس اور یقین سے لبریز ہو گیا۔ آپ ﷺ کبھی بھی اپنے خطبے میں اجنبی اور غیر فصیح الفاظ استعمال نہیں فرماتے تھے۔ جب بھی وعظ فرماتے حکمت و دانش کے موتی بکھر جاتے۔ محبوب کریم ﷺ نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے اور میں عرب کا فصیح و

بلیغ گفتگو کرنے والا شخص ہوں۔ اگر گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کو مخصوص حالات کے مطابق معجزات و کمالات عطا کئے گئے تھے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب مبعوث فرمایا گیا تو اس وقت طب و حکمت کا چرچا عام تھا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے انہیں اعجاز مسیحائی عطا فرمایا۔ جس کے ذریعہ سے انہوں نے لوگوں کو متاثر کیا۔ اسی طرح اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا جائے تو اس دور میں جادو کا چرچا بڑا عام تھا اور اس سے لوگ بڑے متاثر تھے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا فرمایا اور آپ ﷺ نے جادوگروں کو حیران و پریشان کر دیا۔ اسی طرح جب ہم جان کائنات ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ کی بعثت بھی عین اس موقع پر ہوئی کہ جب عربوں کے اندر فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تھا اور اہل عرب زبان دانی کے درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو قرآن مجید جیسی کتاب عطا فرمائی اور آپ ﷺ کے قلب اطہر اور زبان مبارک کو فصاحت و بلاغت کے جملہ محاسن و کمالات سے نوازا گویا فصاحت و بلاغت آپ ﷺ کے مزاج مبارک میں رچ بس گئی تھی۔ مکہ میں ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بعض سورتوں کی چند آیتیں تلاوت کر کے سنائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے مشرکین و کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جان رحمت ﷺ سے گزارش کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں سارے عرب میں پھرا اور میں نے بڑے بڑے خطیبوں کا کلام سنا ہے اور شاعروں کے اشعار سنے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ سے بڑا فصیح و بلیغ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تمام مسلمان جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک ہی نسل سے ہیں۔ اے لوگو! اس خدا سے ڈرو جس نے ایک ذات سے تم سب کو پیدا کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ درہم غلہ' کھجور کا ایک ٹکڑا جو بھی ہو راہ خدا میں دو۔ آپ ﷺ کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس جو کچھ تھا اس نے سامنے رکھ دیا۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو اپنے کپڑے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ قبیلہ اوس اور خزارج جو کہ دشمن و عداوت میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت نے اس میں محبت و اخوت کے دریا بہا دیئے اور یوں وہ قومیں آپس میں شیر و شکر بن گئیں۔ یہ اللہ کا عطیہ تھا' زبان نبوت کو پاکیزگی اور شائستگی کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام اعلیٰ اوصاف سے نوازا۔ صرف ماحول سے کوئی بات نہیں ہوتی بلکہ مشیت ایزدی ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ جس طرح ایک بہترین ماحول میں ایک ذہین و فطین پرورش پاتا ہے اسی طرح اسی ماحول میں ایک کند ذہن اور غبی بھی پرورش پاتا ہے۔ بیان و خطبہ میں جس قدر اعلیٰ فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوگا۔ اسی قدر اس بیان کی تاثیر بھی زیادہ ہوگی اسی کے متعلق محبوب کریم ﷺ کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان مــن البیـان السـحرا ''بعض بیانات وخطبوں میں جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے''۔ حاکم کائنات ﷺ نے ایک

مرتبہ فرمایا کہ ''جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ ایمان کی افضل ترین صورتیں ہیں''۔ یہ سن کر صحابی نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس شرط پر کہ تو راہ خدا مین اس حال میں قتل کر دیا جائے کہ تو صبر کرنے والا ثواب کی نیت رکھنے والا اور آگے بڑھنے والا ہو نہ کہ پیچھے ہٹنے والا پھر آپ ﷺ نے دوبارہ سوال پر بھی یہی جواب دیا مگر آخر میں تھوڑا اضافہ کیا فرمایا کہ گناہ تو معاف ہو جائیں گے سوائے قرض کے کہ وہ معاف نہ ہوگا کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ بات ابھی ابھی مجھے بتائی ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے تقریر فرمائی اور اس تقریر و بیان میں اس قدر تاثر تھا کہ ایسا بیان کسی نے نہیں سنا تھا۔ دوران تقریر آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ سب کچھ تم جانتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ جب آپ ﷺ نے یہ جملہ بیان فرمایا تو پھر حاضرین جلسہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور انہوں نے اپنے چہروں پر کپڑے ڈال لئے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ نے تقریر فرمائی جس میں قبر اور عالم برزخ کے حالات و واقعات بیان فرمائے۔ آپ ﷺ کا کلام وخطبہ بڑا فصیح و بلیغ، مدلل اور جامع و مانع ہوا کرتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے انداز تکلم و فصاحت و بلاغت ہی کا نتیجہ تھا کہ دین اسلام ترقی کے زینے چڑھتا گیا اور لوگ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر دین اسلام کو جوق در جوق قبول کرنے لگے اور اگر بڑے سے بڑا کافر و مشرک بھی آپ ﷺ کے سامنے آتا تو اس پر آپ ﷺ کا کلام حاوی ہو جاتا۔ دراصل حضرت محمد ﷺ کی داستان کسی خیالی کردار کا افسانہ نہیں بلکہ خدا نے خود زمین پر اس عظیم شخصیت کو کریمانہ اور فصاحت و بلاغت جیسی قوت گویائی عطا فرما کر مبعوث فرمایا جس طرح اللہ رب العزت نے اپنی فصیح و بلیغ کتاب آپ ﷺ پر نازل فرمائی۔ اسی طرح آپ ﷺ کو قوت گویائی بھی عطا فرمائی۔ قران کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ''محبوب کریم ﷺ جو بات بھی کرتے ہیں وہ اپنی خواہش سے نہیں کرتے بلکہ وہ تو نری وحی ہوتی ہے (اللہ رب العزت کی طرف سے)'' تو اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کلام جو آپ ﷺ کی طرف سے کیا جارہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو کیا خداوند تعالیٰ کے کلام میں فصاحت و بلاغت نہ ہوگی تو پھر دنیا میں کس کے کلام میں فصاحت و بلاغت ہو سکتی ہے؟

جان رحمت ﷺ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام خوش آواز خوبرو تھے مگر جان کائنات ﷺ کی آواز میں قدرے گرانی تھی جو اوصاف حمیدہ میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ بلند آواز بھی اتنے تھے کہ جہاں تک آپ ﷺ کی آواز پہنچتی تھی کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ ایک ایک لفظ کو الگ الگ ادا فرماتے بعض اوقات الفاظ کی تکرار فرماتے تا کہ سننے والا اچھی طرح سمجھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن محبوب کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ میری بات سننے کے

لئے بیٹھ جاؤ۔ رحمت جاں ﷺ کی اس آواز مبارک کو مدینہ شہر میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور تعمیل میں وہیں بیٹھ گئے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا جس سے ہمارے کان کھل گئے یہاں تک کہ ہم اپنی اپنی جگہ آپ ﷺ کا کلام سنتے تھے۔ یہ معجزہ کیا کم ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر محبوب کریم ﷺ نے ایک لاکھ افراد کو خطبہ دیا ہر شخص نے ایسے ہی سنا جیسے وہ حضور ﷺ سے قریب ترین بیٹھ کر سن سکتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی بلند اور گرجدار آواز کا ہی اعجاز تھا۔ ام معبد رضی اللہ عنہا جو کہ ایک بدو خاتون تھیں۔ راحت جاں ﷺ نے سفر ہجرت میں ان کے خیمے میں تھوڑی دیر آرام فرمایا تھا۔ انہوں نے جہاں راحت جاں ﷺ کی اور تعریفیں بیان کیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی جیسے ہار میں موتی پروئے ہوئے ہوں۔ ہم مسلمانوں کی فلاح وکامیابی اسی میں مضمر ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگیاں بسر کریں۔

سیرت محبوب کریم ﷺ

محترم قارئین کرام! محبوب کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہی کا دوسرا نام درحقیقت اسلام ہے۔ اگر کوئی جاننا چاہے کہ اسلام کے اصول کیا ہیں تو اسے چاہئے کہ مالک دو جہاں ﷺ کی مقدس زندگی اور آپ ﷺ کے عمل کو دیکھ لے۔ جان رحمت ﷺ کو ایک طرف اللہ کے آخری رسول ہونے کا شرف حاصل ہے تو دوسری طرف آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کا مقصد ہی یہ رکھا گیا ہے کہ وہ دین حق کو تمام باطل مذاہب پر غالب کر دیں اور ظلم وستم کی چکیوں میں پسی ہوئی انسانیت کو امن وسلامتی اور عدل وانصاف کے نور سے منور کر دیں۔ جس قوم میں رحمت دو جہاں ﷺ مبعوث ہوئے اس میں معاشرتی بگاڑ اپنی حد کو پہنچ چکا تھا۔ ہر سو فتنہ وفساد برپا تھا' عرب قوم مختلف قبائل میں بٹی ہوئی تھی' جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق طاقتور کمزوروں پر حاوی تھے۔ لاقانونیت اور من مانی کرنے کا دور دورہ تھا۔ قبائل میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا شروع ہوتا اور وہ پشت در پشت قائم رہتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پوری قوم دشمنوں اور قتل وغارت کی لپیٹ میں تھی۔ کفر وشرک انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت سے منہ موڑ کر بتوں کو اپنا حاجت روا بنا رکھا تھا۔ توحید نام کی کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ بنی نوع انسان کی خوش قسمتی ہے کہ ان کی ابدی ہدایت اور آفاقی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر اپنی مخلوق پر احسان عظیم فرمایا۔

آپ ﷺ کی بعثت سے ظلمت چھٹ گئی اور نور آ گیا۔ انسانی معاشرہ کے افراد کو خیر وفلاح کی دعوت دینا ایک ایسے نظام حیات کو نافذ کرنا جو حقیقی معنوں میں نوع انسانی کی فلاح کا ضامن ہو جو انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو روح پرور انقلاب سے دوچار کر دے۔ تمام غیر فطری اور باطل نظاموں کو ختم کر کے ایسے نظام حیات کو رائج کرے جس کی بنیاد انسانی مساوات اور عدل وانصاف پر ہو ایسے نظام حیات کو عملی جامہ پہنانے اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کو ایک تحریک کی

شکل دی جائے اور اس کی قیادت ایک ایسی عظیم ہستی کو سونپی جائے جسے کوئی طاغوتی طاقت مغلوب نہ کر سکے۔حاکم کائنات ﷺ نے انسانی تاریخ کے اس دور سعید کا آغاز فرما کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا جس کی تمنا خواہش آپ ﷺ سے پہلے انبیاء ورسل نے کی تھی اور جن کا کائنات ارضی وسماوی کو صدیوں سے بے تابی سے انتظار تھا۔انہوں نے وحی آسمانی کے مطابق انسانیت کی اصلاح فرمائی۔محسن کائنات ﷺ کی تعلیمات دائمی اور ابدی ہونے کی وجہ سے آج بھی اصلی حالت میں موجود ہیں۔مزید آنکہ آپ ﷺ سے پہلے انسانی حقوق وفرائض کی کوئی متعین شکل موجود نہ تھی۔احکامات مبہم تھے۔اس لئے کسی کو کچھ حاصل نہ ہوتا تھا جبکہ آپ ﷺ نے مختلف طریقوں سے انسانی حقوق کی تعلیم دے کر مدبرانہ انداز میں معاشرہ کی اصلاح فرمائی۔رحمت دو عالم ﷺ کی تشریف آوری اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں مدتوں کی دشمنیاں ختم ہوگئیں۔کمزوروں کو ان کے حقوق ملے، مخالف آپس میں بھائی بھائی بن گئے، ظلم و ناانصافی ختم ہوگئی، انصاف کا بول بالا ہوا، قتل وغارت گری اور بے گناہ خون بہانے کا سلسلہ ختم ہوگیا، ہر شخص کی جان و مال عزت وآبرو کی حفاظت نے مذہبی فریضہ کی صورت اختیار کر لی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کفر وشرک کا قلع قمع ہوا اور اللہ کی وحدانیت کا بول بالا ہوگیا۔

آپ ﷺ کا بچپن اور جوانی کا زمانہ بھی شرافت وسچائی اور دیانت کا آئینہ دار ہے۔حرب فجار میں آپ ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔اس وقت آپ ﷺ کی عمر صرف ۲۵ برس تھی۔ جوانی کے دور میں آپ ﷺ نے سچائی، دیانت، امانت اور انصاف پسندی کو اپنا شعار بنایا۔جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو صادق اور امین کے خطاب ملے۔لوگ ثالث مقرر کرتے اور آپ ﷺ کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کر لیتے تھے۔راحت جاں ﷺ کی بابرکت شخصیت مختلف حیثیتوں کی حامل تھی۔آپ ﷺ مبلغ بھی تھے، داعی بھی، نذیر بھی تھے بشیر بھی، ماہر فن سپہ سالار بھی تھے فاتح بھی، دنیا کے سنوارنے والے بھی تھے اور آخرت کے سنوارنے والے بھی۔قانون وضع کرنے والے بھی تھے اور دلوں کے امام بھی، امن وسلامتی کے پیغمبر بھی تھے اور دلوں میدان جہاد کے خطیب بھی تھے۔آپ ﷺ کے خطبات وارشادات آپ ﷺ کی عالمگیر وابدی نبوت پر ایک ایسی بین دلیل ہے جس کی تردید کی جرأت اس روئے زمین پر آج تک نہ کوئی کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔آپ ﷺ سراپا فصاحت وبلاغت تھے، آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات میں آج بھی وہی شدت تاثیر ہے جو چودہ سو برس پہلے تھی۔رحمت دو جہاں ﷺ کے ظہور سے پہلے ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کی بعثت کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی کیونکہ انہوں نے دین فطرت کو پایہ تکمیل تک نہ پہچایا تھا۔محبوب کریم ﷺ نے چونکہ دین حق کو کامل اور مکمل کر دیا اس لئے آپ ﷺ کے بعد نہ نبی کی ضرورت پیش آئی اور نہ کوئی نبی آئے گا۔آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

آپ ﷺ ان گنت صفات کے حامل تھے، ظاہر وباطن میں سب سے بہتر، صبر، بردباری، فروتنی شرم و حیا، مروت، مہربانی، متانت، جوانمردی دلیری اور دیگر ان گنت صفات حسنہ آپ ﷺ کے اندر اس قدر جمع

تھیں کہ کسی اور میں نہ ہوئیں نہ ہوں گی۔ جسم اطہر ہمیشہ پاک صاف رہتا۔ لباس صاف ستھرا' زبان فصیح' میانہ روی اور خوش اخلاقی آپ ﷺ کا شعار تھا۔ جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا کہ اس معاشرے میں جو غلام تھے' وہ آقا بن گے۔ جو پست تھے وہ بلند ہو گئے اور اطاعت گزار سالار بن کر حکمرانی کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے ثابت کر دیا کہ حاکمیت اعلیٰ کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اصل حاکمیت اسی کو حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے سربراہ مملکت کی حیثیت سے جو معیار زندگی پیش کیا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے معیار زندگی قدرے بلند کرنے کی درخواست بھی کی لیکن باوجود ملکی اقتصادی حالت بہتر ہونے کے اس کو پسند نہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' دین حق مذہبی رسوم پر عمل پیرا ہونے کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں احکام خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا دوسرا نام ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے عدل و انصاف کو جس معراج تک پہنچایا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعض فیصلے غیر مسلموں کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف دیئے۔ ایک خاتون سے چوری کی لغزش سرزد ہو گئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جو محبوب کائنات ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے اور اس خاتون کی سزا معاف کر دینے کی التجا کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں کے بارے میں سفارش کرتے ہو''۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ امیر اور غریب میں سزا دیتے وقت امتیاز کرتے تھے یعنی امیر کو چھوڑ دیتے اور غریب پر حد قائم کر دیتے۔ فرمایا'' اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا''۔۔

امام الانبیاء' سید المرسلین' رحمۃ اللعالمین ﷺ نے مسلموں اور غیر مسلموں اور معاشرہ کے کمزور افراد کو ان کی جان و مال' عزت و آبرو اور مذہبی آزادی وغیرہ تمام بنیادی حقوق دلائے بشرطیکہ وہ ان حدود کے اندر رہوں جو اللہ نے مقرر فرمائی ہیں۔ حجۃ الوداع کا خطبہ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو عبادت کے درجہ تک پہنچا دیا۔ فرمایا'' اللہ کو وہی بندہ محبوب ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرے'' اسی طرح عورتوں کو علم حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایا لیکن ان کے لئے بھی اخلاق اور عصمت کی حدیں قائم کر دیں اور ازواج مطہرات سے عمل کرا کرامت کی خواتین کے لئے نمونہ پیش کر دیا۔ شہری اور ثقافتی میدان میں یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق دیئے اور ان سے مختلف معاملات میں معاہدے بھی کئے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کے سیرت و کردار کی تعمیر پر خصوصی توجہ دے کر ان کو ایک عظیم جماعت بنا دیا۔ جنہوں نے علم و ہنر' عالم' مدبر اور سپہ سالار کی حیثیت سے پوری دنیا کو عمل کے لئے ایک نمونہ پیش کیا۔ کسی مہم پر بھیجنے سے پہلے مجاہدین سے ارشاد فرماتے تھے کہ کسی بوڑھے بچے اور عورت کو ہرگز ہرگز قتل نہ کرنا' قیدیوں کے اعضا نہ کاٹنا' ان کو کوئی اذیت نہ دینا' بھوکا پیاسا نہ رکھنا' کھیتوں کو نہ اجاڑنا اور کسی قسم کی

لوٹ مار ہرگز نہ کرنا۔ محسن کائنات ﷺ نے تحصیل علم کو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے فرض قرار دیا۔ اسیران بدر کی رہائی کے لئے فدیہ کی یہ شرط رکھی کہ وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو ان کو رہائی مل جائے گی۔ حکام اور عمال کو ہدایت فرمائی کہ وہ خویش پروری' تشدد' نذرانے وصول کرنے سے بچیں۔ فرمایا۔ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور جس شخص نے جان بوجھ کر ظالم کی مدد کی وہ اسلام سے نکل گیا۔ آپ ﷺ نے مزدوروں سے حسن سلوک کے بارے میں فرمایا مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دو۔ راست گوئی عزت و حیا صفائی اور پاکیزگی سادگی جود و سخا اور خدمت خلق کی خاص طور پر تلقین فرمائی۔ سید الانبیاء کی شخصیت ہمہ پہلو رحمت و راحت تھی۔ جو بھی ایک بار آپ ﷺ کو دیکھ لیتا وہ گواہی دیتا تھا کہ وہ چہرہ اقدس کسی جھوٹے مدعی کا نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے نہ کبھی کسی سے بے رخی اور نہ کبھی سرد مہری برتی۔ آپ ﷺ اکثر اوقات لوگوں کی مشکلات سے آگاہی حاصل کر کے ان کی مدد کرتے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ ﷺ سے بے پناہ محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف ڈھلوان کے پانی کی طرح آ جاتا ہے' آپ ﷺ نے قومی خاندانی نسلی بڑائی اور کمتری وغیرہ کے تمام معیار ختم کر کے بنی نوع انسان کے سامنے ایک ہی معیار رکھ دیا اور وہ یہ تھا کہ جو تم میں پرہیزگار ہے اللہ کے نزدیک معزز ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے اللہ کی ناراضگی سے بچو' جو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتا ہے وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔ پرہیزگاری مراتب کو بلند کرتی ہے پرہیزگاری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اے لوگو! نسبت کے لئے کوئی فخر نہیں ہے عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے اوپر مٹی پھینک دی' گھر تشریف لے گئے تو بیٹی نے مٹی صاف کر دی اور سر مبارک دھو ڈالا مالک دو جہاں ﷺ کی یہ حالت بیٹی سے نہ دیکھی گئی اور رونے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بیٹی! مت رو۔ بے شک اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ جان سے پیاری بیٹی سے کمال درجہ محبت رکھتے تھے۔ جب انہوں نے ایک خادمہ کے لئے درخواست پیش کی تو فرمایا۔ ''اے دختر نیک اختر! تم سے پہلے خادمہ کی مستحق وہ لڑکیاں ہیں جن کے باپ غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے''۔ آپ ﷺ نے اپنی انفرادی اجتماعی اور ملی زندگی میں شوریٰ کو ہمیشہ اہمیت دی اور ان کے مشوروں پر سختی سے عمل بھی کیا حالانکہ آپ ﷺ مہبط وحی تھے اور آپ ﷺ کسی مشورہ کے محتاج نہیں تھے۔ تمام غزوات اور معاہدہ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی۔ مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے شرط یہ تھی کہ وہ عبادت گزار بھی ہو اور اطاعت شعار بھی ہو۔ ہجرت کے موقع پر مسجد قباء کی تعمیر اور پھر مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں بنفس نفیس بھرپور حصہ لیا۔ پتھر اٹھا کر لاتے اور گارا بھی اٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے یہ چیزیں لے لیتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ ہماری موجودگی میں آپ ﷺ پتھر اور

گارا کیوں اٹھاتے ہیں۔ جواب ملتا میں تمہارے شانہ بشانہ تعمیر میں حصہ لوں گا' غزوہ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی میں بھی آپ ﷺ نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ چہرہ مبارک مٹی اور دھول سے گرد آلود ہو جاتا مگر آپ ﷺ اس کی قطعاً پروانہ کرتے تھے۔ جان رحمت ﷺ پر جفائیں توڑنے میں قریش مکہ کو خاص لذت ملتی تھی۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے عفو و درگزر کی نہ صرف تعلیم دی بلکہ عمل کر کے بھی دکھایا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو' یہیں آ کے ہو' جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللھم اھد قومی ایدیھم لایعلمون ''خدایا میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے''۔ یہ اس پیکر رافت و رحمت کی زبان درفشاں کے الفاظ مبارک ہیں کہ جن کے دندان مبارک غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ خون مقدس سے نعلین مبارک تر ہو گئے۔ صحابہ کرام عرض گذار ہوئے۔ کاش! آپ ﷺ ان پر دعائے بد فرمائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میری بعثت کا مقصد لوگوں پر بددعائیں نہیں ہے بلکہ میں تو داعی اور رحمت بن کر آیا ہوں''۔ وہ ذات گرامی جن کی طیب و طاہر زندگی کی قسم خالق کائنات نے کھائی اور جن کے نعلین مقدس سے شرف باریابی کے بعد شہر مکہ کو عظمت حاصل ہو گئی۔ کتاب مقدس کی آیات کریمہ میں جن کی مدح سرائی ہے۔ جو جامع البیان اور فصیح اللسان ہیں۔ جو مظہر اکمل ہیں۔ جو حبیب مکرم ہیں۔ جو نورالانوار اور معدن الاسرار ہیں۔ جو لباس فخر و مباہات کی زینت ہیں۔ جو سلطنت اقتدار و تصرف کا تاج ہیں۔ جو عقد نبوت کا واسطہ ہیں۔ جو فتوت و سخاوت اور جود و کرم کا بحر بیکراں ہیں۔ جو صدف وجود کا ابر یکتا ہیں۔ جو مخزن عطا اور منبع فضائل ہیں۔ جو رافت و رحمت اور جلالت و ہیبت کے حقائق کا جامع ہیں۔ جو ربانی نظر عنایت کا مورد و مرکز ہیں۔ جو ازل سے ہر کمال کی اکملیت سے متصف ہیں۔ جو عالم کون و مکاں کے فرمانروا ہیں۔ جو ہر اس شے کے سربراہ ہیں جس پر ماسویٰ اللہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جو اس وقت بھی اعلیٰ ترین مراتب پر فائز تھے جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز کیچڑ میں ہی تھے۔ جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے وہی مالک لوائے حمد ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اللہ رب العزت اور اس کے بندوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ صرف محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ **وما ارسلنك الا رحمة للعالمين** ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے'' (سورۃ انبیاء)۔ واضح رہے کہ (مذکورہ آیت میں) یہ وہی رحمت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے چنانچہ اللہ کریم کے اس ارشاد گرامی **رحمتی وسعت کل شئی** ''اور میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے'' (سورۃ اعراف) میں اس رحمت عامہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امور حقیہ اور خلقیہ میں سے جس بھی امر پر مشیعت کا اطلاق ہو سکتا ہے یہ عالم حضرت محمد ﷺ کی رحمت ان سب کو محیط ہے۔ اسی لئے اللہ کریم نے مذکورہ آیت سے پچھلے حصے میں ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا ''تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ جو غلامی کریں گے اس نبی امی ﷺ کی' جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے

پاس توریت و انجیل میں'' (سورۃ اعراف)۔سو جس آدمی نے سید عالم ﷺ کے اس طریقہ کی ''جو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ ''صرف آپ ﷺ سے مخصوص ہے۔اتباع اپنالی تو وہ عنقریب آپ ﷺ کے مقام محمدی کو پالے گا اور فسا کتبنہا الذی کا بھی یہی مقصد ہے۔یعنی وہ لوگ رحمت کے مستحق ہو جائیں گے۔جاننا چاہئے کہ رحمت کی دو قسمیں ہیں۔ایک رحمت عامہ اور دوسری رحمت خاصہ۔ خاص رحمت وہ ہے جس کے باعث خالق کائنات اوقات مخصوصہ میں اپنے بندوں پر تجلی فرماتا ہے اور عام رحمت سید عالم ﷺ کی حقیقت ہے اور اسی کے سبب اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے حقائق پر رحمت فرماتا ہے اور پھر ہر ایک شے اپنے مرتبہ وجود میں جلوہ نما ہوتی ہے اور اسی رحمت کے سبب موجودات میں قبول فیض کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ میں منقول ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سید عالم ﷺ کی روح منور کو پیدا فرمایا تا کہ اللہ کریم آپ ﷺ کے طفیل موجودات ممکنہ پر رحم فرمائے۔

اسی لئے حق تعالیٰ نے موجودات کو بنیہ سید عالم ﷺ کے مجموعہ پر پیدا فرمائے اور پھر آپ ﷺ کے نور مبارک سے ہی عرش کرسی اور تمام عوالم علوی و سفلی پیدا فرمائے تا کہ وہ سید عالم ﷺ کی برکت سے رحمت کے مستحق ہو جائیں کیونکہ وہ سب کے سب سید عالم ﷺ کے ہی نسخہ عظیم کے نمونہ پر آپ ﷺ کی ماہیت کریمہ سے پیدا ہوئے۔اسی لئے اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے کیونکہ تمام ماسوئی اللہ حبیب کریم ﷺ کے ہی نسخہ پر ہے۔لہٰذا حکم رحمت وجود کو لازم ہے اور حکم غضب (لازم نہیں بلکہ) عارضی ہے اور غضب صفات عدل سے ہے اور عدل فعل ہے اور یہ نقطہ تو واضح ہے کہ ذاتی صفات اور فعلی صفات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کا رحمٰن اور رحیم نام تو ہے مگر قہر وغضب اس کا (صفات ذات سے) نام نہیں ہے۔اسی لئے یہ کہنا روا ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ''رحمٰن و رحیم'' ہے مگر یہ کہنا مطلقا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی غضب وقہر سے متصف ہے۔ان تمام کا راز یہی ہے کہ اللہ کی رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

اس لئے حبیب اکرم ﷺ کے لئے وجود اس طرح ہے جیسے صورت کے لئے آئینہ ہوتا ہے یا آپ ﷺ کے لئے یہ وجود اس طرح ہے جیسے ذات کے لئے صفت ہوتی ہے یا وجود کو آپ ﷺ سے وہ نسبت ہے جو جز کو کل سے ہوتی ہے۔لہٰذا رحمت دو جہاں ﷺ کی طرف نسبت کی وجہ سے رحمت تمام موجودات کو شامل ہے۔جاننا چاہئے کہ جب خالق کائنات نے اس چھپے ہوئے خزانے کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی پہچان کروانے کے لئے اس جہان امکان کو پیدا کر دینا پسند فرمایا جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔''میں ایک مخفی خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا'' اور تمام موجودات اس ازلی تجلی میں اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود اور حقیقتا ثابت تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی صلاحیت سے بھی آگاہ تھا کہ حدوث وقدم کے مابین کوئی واسطہ ونسبت نہ ہونے کی وجہ سے یہ تمام موجودات اس کے عرفان کی طاقت نہیں رکھتے۔جبکہ محبت کا تقاضا اور مدعا یہ تھا کہ ان موجودات پر اس کا

ظہور ہوتا کہ وہ اس کی پہچان کر سکیں لہٰذا حق تعالیٰ نے اس محبت سے حبیب اکرم ﷺ کو پیدا فرما کر انہیں اپنی ذاتی تجلیات سے مختص فرمایا اور پھر اس محبوب معظم ﷺ سے تمام مخلوق پیدا فرمائی تا کہ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان نسبت قائم ہو جائے اور یوں وہ سبھی اس نسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کر لیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ نے کیا خوب اس حقیقت کا تعارف فرمایا۔ پس سارا جہاں صفاتی تجلیات کا مظہر ہے اور محبوب کریم ﷺ ذاتی تجلیات کا مظہر ہیں اور جس طرح صفات ذات کی فرع ہیں اسی طرح سارا جہاں حبیب معظم ﷺ کی فرع ہے۔ لہٰذا محبوب دو جہاں ﷺ ساری مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہیں اور اس امر پر دلیل آپ ﷺ کا وہ فرمان مبارک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام خلائق میرے نور سے ہیں۔

اور پھر آپ ﷺ کی ذات گرامی کو رحمت بنایا تو زمان و مکان کی قید نہ رکھی یعنی اٹھارہ ہزار جہانوں کے ہر ہر ذرے کے قریب جہاں خدا کی خدائی ہے وہاں مصطفیٰ کریم ﷺ کی مصطفائی ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ شیخ محمود احمد آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رحمة للعالمین ای رحم للعالمین یعنی آپ ﷺ تو تمام تر جہانوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ گویا رحم تو وہی کر سکتا ہے جو عام بھی ہو موجود بھی ہو اور زندہ بھی ہو۔ مردہ بھلا کسی پر کیا رحم کر سکتا ہے۔ پیکر جود و کرم کے بحر رحمت کی موجیں ہر دور اور ہر زمانے میں اہل حق فقراء فنا فی اللہ بقا باللہ کو سیراب کرتی رہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ جب اس بحر بیکراں میں درجہ فنا کو پہنچے تو اس کا اظہار کچھ اس طرح فرمایا۔

ھر کہ بیند روئے من شد اولیاء

روئے من با روئے رحمت مصطفی

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے چہرے کی صرف زیارت کر لی تو وہ اللہ کا ولی بن گیا اور یہ کمال و اعزاز اس لئے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی آغوش رحمت میں رہ رہ کر میرا چہرہ رحمت مصطفیٰ ﷺ کے انوار کی تجلی گاہ بن گیا۔ اپنی مایہ ناز تصنیف رسالہ روحی شریف میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمتی وسعت کل شئی کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ ہویت ذات میں فقر کا وہ خاص مقام ہے جہاں رحمت الٰہی ہر چیز پر محیط نظر آتی ہے۔ خالق کائنات نے اس رحمت سے اکتساب فیض کے لئے اہل ایمان کی راہنمائی فرماتے ہوئے کتاب مقدس میں ارشاد فرمایا۔ ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ''بیشک میری رحمت میرے محسن بندوں (میری ذات کا دیدار کرنے والوں) کے قریب ہے۔

رحمت الٰہی کی اسی وسعت کا کمال ہے کہ عارف واصل جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھتا ہے اسے دیدار الٰہی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ اپنی ہستی اور غیریت کے تمام نقوش مٹا کر مطلق کے ساتھ مطلق ہو جاتا ہے۔ اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ دریائے رحمت کے کنارے تک رسائی کے لئے اس کے محسن بندوں کو چوکھٹ

پر آنا پڑے گا۔علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ زبان حال سے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وہ نہ پہچانا تیری ذات پر انوار کو
جو نہ سمجھا احمد ﷺ بے میم کے اسرار کو

اطاعت محبوب کریم

اللہ قادر و کریم نے ارشاد فرمایا۔وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ط ولو انھم اذظلموا انفسھم جائوك فاستغفرو اللہ واستغفر الھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ط ''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو (اے محبوب ﷺ) تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے''(سورۃ النساء)۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان معاملہ پیچیدہ ہو گیا۔ منافق مالک دو جہاں ﷺ کی بجائے طاغوت (کعب بن اشرف) کے ہاں فیصلہ لے جانا چاہتا تھا جو راشی تھا کیونکہ یہودی کا دعویٰ مضبوط تھا لیکن یہودی کے اصرار پر حاکم کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔منافق فیصلہ تسلیم کرنے کی بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہودیوں کے حق میں سخت ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سارا معاملہ سنا تو اندر چلے گئے اور تلوار لے کر منافق کا سر اڑا دیا اور فرمایا جسے حاکم کائنات ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں۔اس کے لئے میرا فیصلہ یہی ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شان رسالت اور اطاعت رسول کو بیان فرمایا ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی اتباع فرائض میں فرض عین' فروض میں سے فرض کفایہ' واجبات میں سے واجب اور سنن میں سے سنت ہے۔

اس لئے فرمایاقل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ''اے محبوب (ﷺ) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''۔ اسے دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا۔ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ''اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''اور محبوب کریم ﷺ نے فرمایامن اطاعنی فقد اطاع اللہ ''جس نے میری اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔ اس لئے رسول ہر معاملہ میں مطاع باذن اللہ ہیں۔محبوب کریم ﷺ کی اطاعت و تابعداری بندہ کے فرائض میں سے پہلا فرض ہے'' حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے تمام لوگ بہشت میں جائیں گے مگر وہ لوگ محروم رہیں گے جنہوں نے انکار کیا۔عرض کی گئی وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا جو میری اطاعت کرتا ہے وہ بہشت میں داخل ہو گا جو اطاعت نہیں کرتا سمجھ لو وہ انکاری ہے وہ بہشت میں داخل نہیں ہو گا۔گویا مالک دو جہاں ﷺ سے محبت کامل اور اتباع کے بغیر نہ رحمت' نہ بخشش' نہ عطا اور نہ انعام۔

دوستو! تمام بڑے بخشش اور انعام و مہربانی سے بڑی نعمت دیدار محبوب ﷺ اور دیدار خداوندی ہے۔اس کے حصول کا نام ہی محبت اطاعت و اتباع ہے اور یہ انعام ہی جنت و بہشت میں عظیم تر ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حال سے یہ حقیقت اس طرح ثابت ہوتی ہے۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ایک روز رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو غم سے آپ کا چہرہ متغیر تھا اور جسم کمزور پڑ چکا تھا۔رحمت کائنات ﷺ نے پوچھا اے ثوبان تمہاری طبیعت ناساز کیوں ہے؟عرض کی یارسول اللہ ﷺ نہ تو مجھے کوئی جسمانی تکلیف ہے نہ کوئی اور غم۔میں صرف اس فکر میں ہوں کہ اب دنیا میں جب بھی آپ ﷺ سے دور ہوتا ہوں آپ ﷺ کی زیارت کا خیال گذرتا ہے تو فوراً حاضر ہو کر آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو کر تمام غم والم دور کرلیتا ہوں۔لیکن جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو جان لبوں پر آ جاتی ہے اس لئے کہ نامعلوم آپ ﷺ کی زیارت سے وہاں مشرف ہو پاؤں گا یا نہیں۔اس لئے کہ اگر مجھے بہشت میں جانا نصیب ہوا تو بھی آپ ﷺ کہاں اور میں کہاں۔آپ ﷺ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بلند مراتب بہشت پر فائز ہوں گے اگر خدانخواستہ میرا ٹھکانہ جہنم ہوا تو دائمی مفارقت کا داغ ہو گا'' (تفسیر روح البیان)۔بے شک محبت نبی' عشق رسول ﷺ اسی کا نام ہے کہ دیدار یار کے بغیر جنت بھی بے مزہ معلوم ہو۔صاحب روح البیان مشائخ عظام کے کلام کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ کی رحمت مطلقہ نامہ کاملہ کل کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل بلکہ جمیع موجودات کے ہر قطرہ کو محیط ہے وہ عوالم غیبیہ ہوں یا شاہد علمیہ ہوں' عینیہ وجودیہ ہوں یا شہودیہ' سابقہ ہوں یا لاحقہ اسی طرح وہ عوالم ذوی العقول یا غیر ذوی العقول عوالم الرواح ہوں یا اجسام' غرضیکہ خدا تعالیٰ کی خدائی کا کوئی ایسا فرد نہ ہو گا جس کے لئے ہمارے حضور پرنور شافع النشور ﷺ رحمت نہ ہوں۔آگے لکھتے ہیں۔وما ارسلنک کا خطاب حضور ﷺ کو ہے اسی طرح آپ ﷺ وارثین کاملین کو بھی آپ ﷺ کے صدقے یہ خطاب نصیب ہوا ہے اس لئے کہ اولیائے کاملین حضور ﷺ کے نائب و وارث ہونے کی حیثیت سے عالم کائنات کے لئے حسب مرتبہ رحمت و برکت ہیں۔

محبوب کریم ﷺ کی محبت و اطاعت سے ولایت و ہدایت محمدی ﷺ خوئے محمدی ﷺ خلق محمدی ﷺ ملک محمدی ﷺ ترک و توکل محمدی ﷺ تسلیم و رضائے محمدی ﷺ اور فقر محمدی ﷺ حاصل ہوتا ہے کیونکہ محبوب کریم ﷺ ہدایت حق رہبر کامل نور مبین اور رحمۃ العالمین ہیں۔بلکہ آپ ﷺ مظہر حق' مختار کل احسن البشر ﷺ ہیں۔آپ ﷺ کا فرمان کلام اللہ آپ کا ہاتھ مبارک یداللہ ہے۔آپ ﷺ کی صورت مراۃ الرحمٰن' آپ ﷺ کی سیرت شرح قرآن ہے۔آپ ﷺ کی صحبت جنت' آپ ﷺ سے محبت ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع سے دونوں جہانوں میں کامیابی۔اس لئے فرمایا ''اگر وہ (گناہ سے) اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب ﷺ تمہارے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور پھر آپ ﷺ ان پر مہربانی فرمائی ان کی شفاعت فرمائیں''۔گویا کسی بھی گناہ کی معافی درکار ہو یا معراج انسانی کے مدارج طے کرنے ہوں تو رحمت دو جہاں ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا از بس

ضروری ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور نیک عمل اختیار کئے ان کے لئے خوشخبری اور ان کے لئے جنتیں ہیں۔ جانِ رحمت ﷺ کی فیاضی عطا و کمال یہ ہے کہ بڑے سے بڑا گناہگار بھی آ جائے تو اسے نہ صرف رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا جاتا ہے بلکہ اسے ایمان' اخلاص' محبت' عشقِ حقیقی' ترک' توکل' عجز و انکساری' صبر و شکر' علم و حکمت جیسے لازوال خزانوں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے یعنی یہاں آتے ہی اس کی تقدیر بدل جاتی ہے۔ کافر مشرک و بت پرست مومن مؤحد بن جاتا ہے' آدمیت کا قاتل انسان دوست بن جاتا ہے۔ تکبر' غرور اور ہوا و ہوس کے نشے میں چور عاجز و منکسر ہو جاتا ہے۔ حرص و حسد کی آگ میں جلنے والا صبر و شکر کی ٹھنڈک حاصل کرتا ہے۔ تہذیب معاشرت' ثقافت' رواداری اخلاق سے عاری کو علم و حکمت کے خزانے سے نوازا جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ جانِ رحمت ﷺ کے واسطے کے بغیر اللہ سے محبت کرے گا اور اسے راضی کر لے گا یا معراجِ انسانیت کے مدارج طے کر لے گا' دینوی یا اخروی کوئی انعام حاصل کر لے گا یا اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار جیسی نعمت سے مستفیض ہو جائے گا یا وہ صحبت و تعلیم و تلقین مالکِ دو جہاں ﷺ کے بغیر وحکمت کا دعویٰ کرتا ہے تو دوسرا جھوٹا اور اہلِ شیطان ہے۔ وہ گمراہ کفار اہلِ نار سے ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ لا یومنون حتی یحکموک ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے تمام تر معاملات میں مالکِ کائنات ﷺ کو اپنا حاکم (سردار) نہ بنا لے'' (سورۃ النساء) اور حاکمِ کائنات ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین' اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے''۔

اصل میں آپ ﷺ محبوبِ رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سبب و طفیل سے مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے لولاک لما خلقت الافلاک ''اے محبوب (ﷺ) آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا ہی نہ فرماتا''۔ دوسری روایت میں ہے لولاک لما اظھرت ربوبیا ''اے محبوب (ﷺ)! آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا''۔ آپ ﷺ مظہرِ حق ہیں اللہ کے جمال کی تصویر ہیں۔ مجسم رحمت ہیں۔ یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہیں۔ دوسری الفاظ میں آپ ﷺ طالبانِ حقیقت کے لئے صراطِ مستقیم' مرشدِ کامل اور منزل ہیں۔ گویا آپ ﷺ خود جلوہ بھی ہیں اور جلوہ نما بھی' معالج بھی ہیں اور علاج بھی۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد ﷺ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
دو عالم چاہتا ہے رضائے خدا
اور خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بے شک محبوب کریم کے منہ مبارک سے کلام الٰہی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ قرآن پاک ہو' حدیث قدسی ہو یا حدیث پاک۔ سبھی اللہ پاک کی وحی کی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ تینوں کلام آپ ﷺ کی زبان مبارک سے انسانیت کے سامعہ نواز ہوئے اور تینوں میں آپ ﷺ کے انوار پائے جاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قرآن میں جو نور ہے وہ قدیم ہے اور نور ازل کا جلوہ ہے۔ حدیث قدسی کا نور آپ ﷺ کی روح پاک کا نور ہے اور حدیث نبوی کا نور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کا نور ہے۔ شیخ عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورج کو انوار محسوسہ سے نوازا ہے اسی طرح آفتاب نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں بھی دائمی نور پایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر اس کثرت سے انوار برستے کہ آپ ﷺ کو ایک خاص قسم کا مشاہدہ حق میسر رہتا۔ اس مشاہدہ کی حالت میں آپ ﷺ جو کلام فرماتے ہیں۔ اس میں آپ ﷺ کی روح کا نور شامل ہوتا اور وہ حدیث قدسی کہلاتی اور یہ نور خداوندی معتاد حالت سے زیادہ پھیل جاتا اور فرشتہ کلام الٰہی لے کر آتا تو یہ قرآن کریم ہوتا تھا'' (الابریز ۱۳۴)۔ یہ بات تو بہت طویل ہے پر حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن پاک پوری نسل انسانی کے نام اللہ کا پیغام ہے۔ مگر اللہ کے اس پیغام کا اولین اور براہ راست مخاطب صرف اور صرف آپ ﷺ کی ذات ہے اور کیوں نہ ہو کہ محمد ﷺ تو اللہ کے محبوب ہیں اور محبّ ہمیشہ اپنے محبوب ہی سے بات کیا کرتا ہے۔ سخن روئی کسی طرف ہو' خطاب ہمیشہ محبوب سے ہوتا ہے۔ آیئے! مثالوں کی روشنی میں اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں قرآن میں سینکڑوں مقامات پر عقائد' عبادات' احکام' مواصلات' تشبیہ' اشارات' حقائق اور واقعات کے بیان سے پہلے الفاظ قل' اذا' الم تر' واذکتر اور واتل علیہم کا منشاء سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اچھی طرح یہ بات سمجھا دینا چاہتا ہے کہ جن چیزیوں کا محمد رسول اللہ ﷺ سے دور کا کوئی تعلق بھی نہیں اور وہ کافروں' مشرکوں' منافقوں یا عام لوگوں کے لئے قرآن میں شامل ہیں' ان میں بھی اپنے محبوب ہی سے خطاب کرتا اور اسی کی زبان سے تمہیں پیغام دیتا ہے۔ اس نے قرآن ازل سے رکھا ہی اس لئے تھا کہ یہ محبوب سے ہم کلامی کا واسطہ ہے۔ کلام خدا کی صفت ذاتی ہے اور وہ اس صفت کو اپنے پیارے نبی ﷺ سے برتنا چاہتا ہے۔ اس نے دوسرے نبیوں پر تمام کتابیں توریت' زبور' انجیل یکبارگی اتار دیں پر قرآن کو اپنے محبوب کی پوری عمر نبوت پر پھیلا دیا اور ۲۳ برس میں پورا کیا۔ صرف اس لئے تاکہ محبوب جب تک دھرتی کے سینے پر چلتا رہے۔ اللہ پاک اسے دیکھتا رہے اور قرآن کے ذریعے اس سے باتیں کرتا رہے۔ قرآن پڑھو تو قدم قدم پر یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ سے خطاب و گفتگو کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ جو باتیں دشمنوں سے کہی ہیں ان میں بھی محبوب پر درود و سلام کے گجرے برسا رہا ہے اور قیامت میں جب کوئی خدا کی تعریف کرنے والا دھرتی کے سینے پر موجود نہیں ہوگا' وہ خود اس وقت بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیج رہا ہوگا اور درود و سلام ہے کیا؟ محبوب کی یاد اور اس سے اپنی لازوال محبت کا اظہار ہی تو ہے اور اس اظہار میں خدا تنہا نہیں رہنا چاہتا۔ اس لئے جن و

انس اور تمام فرشتوں کو بھی اپنے محبوب کی یاد میں شامل کر لیا ہے۔
درود پاک کیا ہے' یاد ہے فخر دو عالم ﷺ کی۔ خدا اور سب فرشتے بھی آپ ﷺ کو یاد کرتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کچھ مسلمان کہلوانے' علم کا دعویٰ کرنے اور کتابیں لکھنے والے بڑے زعم اور پندار کے ساتھ یہاں تک کہہ گئے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے محمد ﷺ کا خیال اور تصور آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ محمد ﷺ کا تصور تعظیم کے بغیر آ ہی نہیں سکتا اور نماز میں خدا کے ساتھ کسی کی تعظیم شامل نہیں ہونی چاہئے۔ افسوس یہ ہے کہ اس کج فہم لکھاری نے یہ الفاظ لکھتے وقت اپنے آقائے نعمت' رحمت دو جہاں ﷺ کی تعظیم کو پیش نظر نہیں رکھا۔ جو بدنصیب نماز سے باہر اپنے آقا کے تصور میں ان کی تعظیم ملحوظ نہیں رکھتا۔ اسے نماز میں کب تصور مصطفیٰ ﷺ اور تعظیم محبوب ﷺ کی لذت و سرور سے حصہ ملے گا۔ مگر سوال یہ ہے کیا خدا اپنے محبوب ﷺ کا ذکر اور تصور کسی بھی وقت کمال احترام اور انتہا درجے کی تعظیم و توقیر کے بغیر برداشت کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ قرآن میں ہر جگہ ان کے احترام اور ادب کی اس باریک سی حد تک پاسداری کا حکم دیتا ہے جس کے آگے تعظیم و توقیر کا کوئی درجہ سوائے عبادت کے باقی نہیں بچتا۔ دیکھئے! سنیئے! وہ کیا کہہ رہا ہے' رسول اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ ہونے دو۔ چلتے ہوئے ان سے پہلے قدم نہ اٹھاؤ۔ ان سے ملنے کے لئے دروازے پر دستک نہ دو۔ باہر انتظار کرو وہ کھانے پر بلائیں تو دسترخوان پر باتیں کرو نہ برتن دیکھو وہ خطاب فرمائیں تو پورے دھیان سے سنو دہرانے کی التجا نہ کرو۔

کوئی ایسا لفظ نہ کہو جس کو بگاڑ کر بھی دشمن تنقید کا شائبہ نکال سکے۔ وہ بلائیں تو نماز چھوڑ کر فوراً پہنچو۔ جس طرح تم اپنے بزرگوں کو پکارتے ہو۔ اس سے کہیں زیادہ ادب و احترام سے ان کو پکارو۔ ان کی مجلس میں نگاہیں جھکا کر اور دل کو تقویٰ سے بھر کر بیٹھو۔ ان کے حضور آؤ تو سلام اور احترام اس طرح بجا لاؤ جس طرح اللہ پاک ان پر سلام بھیجتا ہے۔ آہستہ سانس لو کہ خلاف ادب نہ ہو۔ بڑھ کر ہے کل جہاں سے حرمت رسول ﷺ کی۔ یہ تو ہے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی حرمت اور اب نماز میں تصور مصطفیٰ ﷺ سے منع کرنے والے کج فطرت لوگوں سے یہ سوال کہ کیا کوئی مسلمان کبھی ایسی نماز پڑھ سکتا ہے جو تصور مصطفیٰ ﷺ سے یکسر خالی ہو؟ کیا فی الواقعی ایسا ممکن ہے؟ کیا تلاوت قرآن کے بغیر نماز ہو سکتی ہے اور کیا پورے قرآن میں کوئی تین اکٹھی آیات ایسی ڈھونڈ نکالی جا سکتی ہیں جنہیں سمجھ کر پڑھتے ہوئے آدمی تصور مصطفیٰ ﷺ سے لبریز نہ ہو کہ قرآن کی کوئی مختلف سے مختصر آیت ایک بھی ایسی نہیں جس کو سیرت طیبہ سے واقف نہیں سمجھ کر پڑھے اور وہاں براہ راست بالواسطہ یا بلاواسطہ' پس منظر یا پیش منظر میں تصور مصطفیٰ ﷺ کی سنہری کرنیں جگمگا نہ رہی ہوں اور میں آپ ﷺ کی عظمتوں کی قسم کھا کر چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی بڑے سے بڑا پندار آگہی کا مارا شخص کبھی قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی آیت کو بھی تصور مصطفیٰ ﷺ سے عاری ثابت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ خدا نے قرآن کا اسلوب بیان ہی ایسا رکھا ہے کہ جن آیات میں بظاہر مصطفیٰ ﷺ کا ذکر نہیں وہاں بھی ضمائر خطابت' حروف ندا' افعال میں واحد یا جمع مخاطب کے صیغے' التفات بیان کے اسالیب' کنایہ' مجاز' رموز و علامات' استعارے اور دیگر بہت سے قرآن کے ذریعے اپنے محبوب پاک ﷺ کا تصور چرچا اور

ذکر سجایا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ لہب میں بظاہر ابولہب اس کی بیوی اور ان کی سزا کا ذکر ہے مگر اس کی تلاوت کرنے والا کوصفا کے داعی' ابولہب کی بدتمیزی اور خدا کی طرف سے اپنے محبوب ﷺ کے دفاع کا تصور کئے بغیر اس کو سمجھ کر کیسے پڑھ سکتا ہے۔ قرآن کی سب سے چھوٹی آیت جو صرف دو لفظوں ثم نظر پر مشتمل ہے۔ وہ بھی اس تصور سے خالی نہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی مدافعت میں ولید بن مغیرہ کو سرزنش فرمارہا ہے اور صرف اسی دولفظی آیت کو پڑھتے ہوئے بھی آدمی تصور مصطفیٰ ﷺ سے سرشار رہتا ہے۔ وجہ یہی ہے کہ خدا اپنے محبوب کے ذکر سے ہٹ کر قرآن میں بات کرنے کا بھی روادار نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ جب اہل ایمان پر شریعت کے ایسے احکام لاگو کرتا ہے' جن میں رسول اکرم ﷺ سرے سے شامل ہی نہیں ہیں اور نہ ان احکام کا آپ سے کوئی تعلق ہے۔ تو وہاں بھی آیات میں آپ ﷺ کا ذکر صراحتاً یا اشارۃً موجود ہوتا ہے اور بعض جگہ تو ایسی آیات کا خطاب ہی یاایھا النبی سے شروع ہوتا ہے۔ منشا یہ ہے کہ دنیا اچھی طرح جان لے کہ محبوب خدا ﷺ کے واسطہ عظمیٰ کے بغیر دین کا کوئی عام سا حکم اور دنیا کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت بھی مخلوق کو حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ بھی کہ اولاد آدم پہچان لے کہ خدا نے قرآن اتارا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے محبوب ﷺ سے گفتگو کرتا رہے۔ ان کے ذکر کو بلند کردے اور ان کے نام سے دنیا میں ہر سو اجالا پھیلا دے۔ جبھی تو وہ قرآن میں اہل ایمان کے فکر و شعور کو اس حوالے سے آزماتا ہے کہ بظاہر جہاں جہاں اس نے اپنے محبوب کا ذکر نہیں کیا وہ وہاں بھی محبوب خدا ﷺ کا تصور باندھنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ جب ہم قرآن کھولتے ہیں تو اس کا پہلا ہی صفحہ اس حقیقت کی شہادت ہمارے سامنے آکر رکھ دیتا ہے۔ آیئے ترجمہ پڑھیں۔ وہ عظیم الشان کتاب' اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ ہدایت ہے متقین کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل ہوا۔ آپ ﷺ پر یہاں رکیئے اور ان آیات پر غور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے پہلا تین سطروں میں کہیں بھی حضور اکرم ﷺ کا ذکر صراحتاً یا کنایتاً موجود نہیں جبکہ چوتھی سطر میں اچانک ضمیر مخاطب (ایک میں کاف بمعنی تم یا آپ) وارد ہوئی ہے جس کا خطاب حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں فصاحت کا تقاضا ہے کہ ضمیر کا مصداق ہے۔ مگر قرآن مجید کا پہلا ہی صفحہ پکار پکار کر ساری کائنات کو بتا رہا ہے کہ دنیا والو کھلی آنکھوں سے دیکھ لو اور ہوش کے کانوں سے سن لو کہ خدا کے کلام میں جہاں' جس سطر اور جس جملے میں بظاہر تمہیں آپ کا نام مبارک نظر نہ آئے یا ان کا ذکر محسوس نہ ہو۔ حقیقت میں وہاں بھی انہی کا جلوہ ہے۔ رب یہاں بھی اپنے محبوب ہی سے باتیں کر رہا ہے۔ روئے سخن کسی طرف ہو۔ خطاب ہمیشہ انہی سے رہتا ہے۔ کلام الٰہی کے لفظ لفظ سے محمد ﷺ کا چہرہ جھلکتا ہے اور حرف حرف کا محور انہی کی ذات ہے۔ حاصل یہ کہ قرآن کا براہ راست اور اولین خطاب صرف اور صرف ذات مصطفیٰ ﷺ سے ہے اور باقی ساری کائنات آپ ﷺ کی مخاطب ہے۔ وحی الٰہی کی برسات صرف محمد ﷺ کے قلب اطہر پر ہو رہی ہے اور آپ ﷺ کے سینہ اقدس سے رحمت کی موجیں اٹھ اٹھ کر ساری دنیا کو سیراب کر رہی ہیں۔ رب قرآن میں اپنے

محبوب ﷺ سے گفتگو کر رہا ہے اور انہی کے ذریعے اولادِ آدم کو اپنے پیغام سے نواز رہا ہے۔ اللہ نے جو کچھ کہنا تھا اپنے رسول ﷺ سے کہہ دیا ہے اور اب رہتی دنیا ساری مخلوق کے لئے مصطفیٰ ﷺ کی زبان ہی خدا کی ترجمان ہے۔

تجھ سے نوائے صبح ازل نے کیا خطاب
عالم سے تیرا شام ابد تک خطاب ہے

قرآن کے لفظ لفظ کی تفسیر ہیں حضور ﷺ۔ جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ دین کا سر چشمہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور قرآن سیرت مصطفیٰ ﷺ کا الوہی بیان ہے۔ اس کی سطر سطر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت کے دھنک رنگ جگمگا رہے ہیں اور لفظ لفظ سے آقا کی ادائیں جھلک رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ قرآن کا نزول بھی محبوب کریم ﷺ کے سینہ اقدس اور اس کے براہ راست اولین مخاطب بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔ اللہ پاک اپنی مخلوق سے آخری بار محمد عربی ﷺ کے واسطے سے ہمکلام ہوا اور نوع انسانی کے نام اپنا آخری پیام انہی کے ذریعہ پہنچایا۔ اس پیغام کے دو حصے ہیں۔ الفاظ اور معانی۔ الفاظ محبوب کریم ﷺ کی زبان سے نکلتے ہیں اور معانی آپ ﷺ کی سیرت سے کھلتے ہیں۔ یوں رہتی دنیا تک ساری مخلوق کے لئے آپ ﷺ کی زبان خدا کی ترجمان اور آپ ﷺ کی سیرت اللہ پاک کا آئینہ بن گئی ہے۔ اللہ پاک نے اپنی پسند کو الفاظ میں ڈھالا تو قرآن سجا دیا اور عمل کا پیکر تراشا تو محمد ﷺ بنا دیا۔ اللہ کا علم قرآن ہے اور اس کا خلق مصطفیٰ ﷺ۔ وہ بولے تو قرآن اترا ہے اور ابرتے تو مصطفیٰ ﷺ کی ادائیں بنتی ہیں۔ اللہ کا جمال اس کی کتاب میں بند ہے اور اللہ کا کمال ذات محمد ﷺ سے ہویدا۔ ہر آن اللہ پاک کا خاموش اظہار ہے اور محمد ﷺ اس کا چلتا پھرتا آئینہ۔ خاموش یہ رہے تو خدا کی کتاب ہے اور بولنے لگے تو رسالت مآب ﷺ ہے۔

یوں دیکھیں تو قرآن لفظ ہے اور محمد ﷺ اس کا معنی۔ قرآن پیغام ہے تو محمد ﷺ اس کا مظہر۔ قرآن مشیت ہے تو محمد ﷺ اس کا آئینہ۔ قرآن منطق ہے تو محمد ﷺ اس کا پیکر۔ قرآن حکیم ہے تو محمد ﷺ اس کی تکمیل۔ قرآن خدا کا کلام ذاتی ہے یعنی اس کی ازلی صفت اور جب اس نے چاہا کہ اپنی اس صفت کو کسی مخلوق کے قالب میں ڈھالے تو محمد ﷺ کا پیکر وجود میں آیا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن دو مرحلوں میں نازل ہوا۔ پہلے مرحلے میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یکبارگی اور وہاں سے قلب مصطفیٰ ﷺ پر تدریجاً حسب ضرورت۔ بجا مگر یہ دونوں مرحلے قرآن کے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرا احساس یہ ہے کہ قرآن محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی پر دو بار نازل ہوا۔ ایک بار معناً صفت الٰہی کے طور پر روح محمد ﷺ پر اترا اور دوسری بار لفظاً کلام الٰہی کی حیثیت سے قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا۔ پہلا نزول لامکان میں ہوا اور دوسرا زمین پر۔ پہلا ازل میں ہوا دوسرا ساتویں صدی عیسوی میں۔ پہلا نزول اس وقت ہوا جب اس نے محمد ﷺ کو بنایا اور ان کے سوا کچھ موجود نہ تھا اور دوسری بار اس وقت اترا جب محبوب کریم ﷺ خاتم النبیین بن کر خدا کی منشائے ہدایت کی تکمیل کے لئے حجاز میں جلوہ گر ہوئے۔ پہلا نزول

روح محمد ﷺ پر تھا اور دوسرا قلب مصطفیٰ ﷺ پر۔ پہلی بار الفاظ نہیں خدا کی صفت کلام اتری اور دوسری بار کلام الٰہی الفاظ کے ساتھ آیا۔ صفت نے وجدان ابھارا اور الفاظ سے شعور جاگا۔ پہلا نزول محمد ﷺ کی ذات کے لئے تھا اور دوسرا پوری کائنات کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب مخلوق ابھی وجود سے عاری تھی اور حدیث میں آیا ہے کہ صرف نبی ہی نہیں بلکہ آخری نبی بن چکے تھے۔ ہم جانتے ہیں جب تک وحی نہ اترے کوئی انسان نبی نہیں بنتا۔ پھر محمد ﷺ اگر تخلیق سے پہلے نبی تھے تو یقیناً قرآن اتر چکا تھا اور یہی تو نزول اول ہے قرآن کا۔ اسی نزول نے محمد ﷺ کو سراپا ہدایت بنا دیا۔ اللہ پاک کی صفت کلام کے جلوے آپ ﷺ کی روح پر برستے رہے اور آپ ﷺ ان جلوؤں کا مظہر اتم بنتے گئے۔ کلام الٰہی آپ ﷺ پر اترتا گیا اور آپ ﷺ اس کے سانچے میں ڈھلتے گئے۔ تجلی ذات سے آپ ﷺ نے وجود پایا اور وحی صفات سے آپ ﷺ کی شخصیت نکھری۔ قرآن کے انوار آپ ﷺ کی ذات میں جذب ہوئے اور آپ ﷺ آئینہ قرآن بنتے گئے۔ قرآن نور ہے تو یہ نور پیکر مصطفیٰ میں اترا اور آپ ﷺ کا انگ انگ نور بن گیا۔ محبوب کریم ﷺ کی دعائے نور پڑھیئے۔ اللھم اجعل بدنی نورا والحمی نورا وعظمی نورا واشعری نورا .... الخ ''اے اللہ میرے بدن، میرے گوشت پوست، میرے خون، میری ہڈیوں، میرے بالوں اور میرے جسم کے روئیں روئیں کو نور بنا دے''۔ یہ دعا تمنائے نور ہے اور قرآن بتاتا ہے کہ خدا نے اپنے محبوب ﷺ کو سراپا نور بنایا۔ قد جآئکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ آپ ﷺ جلوہ نور کبریا ہیں حقیقت نور، وجود نور، ظاہر نور، باطن نور غرض سر سے پاؤں تک مجسم نور ہیں۔ لب نور، دہن نور، زبان نور، بیان نور، دل نور، جگر نور، جبیں نور، نظر نور، سرتا بہ قدم نور، عیاں نور، پنہاں نور، ہر سمت تری نور، ادھر نور، ادھر نور، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی اولاد بھی نور۔

تیری نسل پاک میں بچہ بچہ ہے نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

قرآن علم الٰہی کا مظہر ہے تو یہ ظہور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس میں کامل و اتم۔ قرآن نے آپ ﷺ کو دعا سکھائی۔ رب زدنی علما اور خدا نے اس دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ وعلمك مالم تکن تعلم ''محبوب (ﷺ) آپ کو ہر علم دے دیا یہاں تک کہ اپنا خاص الخاص علم غیب بھی تجھ پر بے نقاب کر دیا''۔ علم الغیب فلا یظهر علی غیبهاحد اد من ارتضی من رسول۔ قرآن خبر ہے تو آپ مخبر صادق۔ تلك من انباء الغیب نوحیها الیك۔ زمان و مکان کی سب برکتیں آپ ﷺ کی شخصیت پر آشکار ہیں۔ جب اور جتنے چاہیں پردے سرکا دیں اور ماضی، حال، مستقبل کی خبریں سنا دیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی رویات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ فاخبرنا بما کان و بما هو کائن الی یوم القیامه ''رحمت کائنات ﷺ نے ایک نشست میں آغاز تخلیق سے انجام قیامت تک جو کچھ ہو چکا اور ہونے والا ہے سب ہمیں سنا دیا''۔ قرآن ہدایت ہے تو محمد ﷺ اس ہدایت کا سرچشمہ بن گئے ہیں۔ بلکہ خدا نے تو فرق بتا دیا ہے کہ قرآن خود ہدایت نہیں دیتا بلکہ صرف ذریعہ ہدایت

ہے جبکہ محمد ﷺ خود ہدایت دینے والے ہیں۔ ولکن جعلناہ نورا الھدی بہ من تشاء من عبادنا و انک التھدی الی صراط مستقیم "اس قرآن کو ہم نے نور بنادیا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں خود ہدایت دیتے ہیں اور اے میرے محبوب (ﷺ) بے شک آپ تو خود صراط مستقیم کی طرف ہدایت دینے والے ہیں"۔ گویا قرآن کی ہدایت جب ذات مصطفیٰ ﷺ پر اتری تو آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ سراپا ہدایت ٹھہرے بلکہ اس سے بڑھ کر ہادی و رہنما بن گئے اور رہنما بھی ایسے کہ ۔

ذر فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب سے فرمایا۔ لا اذکر فی مکان الاذکرت معی یا محمد ممن ذکر نبی ولم یذکرک فلیس لہ فی الجنۃ نصیب "اے محمد (ﷺ) جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے، جس نے میرا ذکر کیا مگر آپ کا ذکر نہ کیا، جنت میں اس کا کوئی حصہ نہیں"۔ اپنے محبوب ﷺ کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے بلند کر رکھا ہے جیسا کہ قران مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ورفعنا لک ذکرک "اے محبوب (ﷺ) ہم نے آپ کا ذکر بلند فرما دیا ہے"۔ رحمت دو جہاں ﷺ کی تعریف آپ ﷺ کی شان کے مطابق بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے کیونکہ آپ ﷺ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق، سیرت، کردار اور عظمت کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی انتہا ہے۔ آپ ﷺ کا ذکر اور تعریف عبادت ہے اور درود شریف محبوب کریم ﷺ کی تعریف کا دوسرا نام ہے۔ درود پاک تاجدار انبیاء، محبوب خدا حضرت محمد ﷺ کے ہاں نزرانہ عقیدت، عظمت شان، ایمان کامل کا اعلان، اوصاف جمیلہ کی تعریف و توصیف، انتہائی محبت و عقیدت اور محبوب کریم ﷺ کے اعزاز و اکرام کا دوسرا نام ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ط یا الذین امنو صلوا علیہ وسلمو تسلیما "بے شک اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجو"۔ یہ آیت مدینہ منورہ میں شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوئی اور اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ تم محبوب کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجو جس طرح کہ میں اور میرے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یعنی محبوب کریم ﷺ پر درود بھیجنے والے تین اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل ایمان ہیں۔ جان رحمت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ محبوب کریم ﷺ کے ذکر کو بلند کر رہا ہے۔

۲۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کے دین مبارک کو غلبہ عطا فرما رہا ہے۔

۳۔ اللہ نے تمام انبیاء کرام علیہم اسلام کی شریعتوں کو منسوخ کر کے اپنے محبوب ﷺ کی شریعت مبارکہ کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھنے کا اعلان فرمایا ہے اور اب ہمیشہ قیام قیامت تک اپنے محبوب ﷺ کی اداؤں کو جمیع اہل ایمان کا عمل اور مدار نجات اور قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دے رہا ہے۔

۴۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوب کریم ﷺ کی عزت و عظمت کو چار چاند لگ رہے ہیں جیسا کہ قران پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے للاخرۃ خیرلك من الاولی اور بعد میں آنے والا ہر لمحہ آپ ﷺ کے لئے پہلے لمحے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔

۵ روز محشر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام شفاعت و وسیلہ عطا فرمائے گا اور فرمائے گا ''محبوب سوال کرو ہم آپ کو عطا کریں گے' شفاعت کرو ہم آپ کی شفاعت قبول کریں گے'' (مسلم شریف)۔

۶۔ اللہ تعالیٰ جان رحمت ﷺ کے وسیلہ سے 'دیدار'' حق تعالیٰ کی نعمت مومنین کو عطا فرما رہا ہے۔

فرشتوں کی طرف سے آپ ﷺ پر درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کے دین کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائے اور آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کو دنیا میں فروغ بخشے یعنی فرشتے ہر لحاظ سے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف کرتے رہتے ہیں۔ اہل ایمان کی طرف سے درود کا مطلب بھی اللہ پاک کی بارگاہ میں محبوب کریم ﷺ کی شان بلند کرنے کی التجا ہے۔ یعنی اہل ایمان پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ جب میں اپنے محبوب پر برکات کا نزول کرتا ہوں اور میرے فرشتے آپ ﷺ کی شان میں تعریف کرتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی میرے محبوب ﷺ کی تعریف کرو۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ صلوۃ استعمال ہوا ہے جس کے تین معانی ہیں پہلا یہ کہ محبت اور عشق کی بنا پر رحمت کرنا یا مہربان ہونا۔ دوسرا تعریف و توصیف کرنا۔ تیسرا التجا کرنا۔ لہذا جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ کے معنوں میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے پہلا اور دوسرا مطلب مراد لئے جائیں گے لیکن جب صلوۃ کا لفظ فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے بولا جائے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور التجا کرنا لیا جائے گا۔ سلموتسلیما کا مطلب محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرنا ہے۔ اگر مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں ہمیں صلوۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم اعتراف عجز کرتے ہیں اللھم صلی یعنی اے اللہ تو ہی اپنے محبوب ﷺ کی شان اور قدر و منزلت کو صحیح طرح جانتا ہے۔ اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر صلوۃ وسلام بھیج جو آپ ﷺ کے شایان شان ہو۔

درود پاک ایک انمول نعمت ہے جس کی فضیلت بے پناہ ہے۔ راحت جاں ﷺ سے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں جن میں درود پاک کے ان گنت فضائل بیان کئے گئے ہیں:۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے (نسائی شریف)۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جان رحمت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز وہ

شخص میرے سب سے قریب ہوگا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہوگا (ترمذی شریف)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا (مسلم شریف)۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نماز پڑھی حالانکہ رحمت دو جہاں ﷺ بھی موجود تھے۔ حضور ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔ جب نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر حضور ﷺ پر درود بھیجا پھر اپنے لئے دعا کی محبوب کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا جو مانگو گے دیا جائے گا' مانگ دیا جائے گا۔

☆ حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جب کہ محبوب کریم ﷺ تشریف فرما تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے دعا مانگنا شروع کی یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ یہ سن کر حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو نے جلدی کی ہے لہذا جب تو نماز پڑھے تو اس کے بعد پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کیا کر پھر مجھ پر درود پڑھا کر پھر دعا مانگا کر۔ پھر ایک اور نمازی آیا اس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر حضور پر درود پاک پڑھا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو جو دعا مانگے گا قبول ہوگی (مشکوۃ شریف)۔

☆ حضور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص محبوب کریم ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دن بھر میں مجھ پر ہزار بار درود پڑھا وہ مرے گا نہیں جب تک کہ وہ جنت میں اپنی آرام گاہ نہ دیکھ لے گا۔

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دربار نبوت میں حاضر تھا اور میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا درود پڑھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کر میں نے عرض کی اپنی فرصت کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں تو فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کر اور اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کہ اگر زیادہ بہتری ہے تو میں وظائف کا نصف وقت درود پاک میں لگا دیا کروں فرمایا تیری مرضی اور تو اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کی سرکار وظائف کے وقت میں سے دو تہائی میں درود پاک پڑھ لیا کروں۔ فرمایا تیری مرضی اور اگر تو اس میں زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ تو عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) میں پھر سارے وقت میں درود پاک ہی پڑھ لیا کروں گا تو محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (ترمذی شریف)۔

☆ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن محبوب کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اس انداز میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ کا چہرہ بہت ہشاش بشاش تھا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ

عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ خوش ہوں کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اے محبوب کیا آپ (ﷺ) اس بات پر راضی ہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر ایک بار درود پاک پڑھے تو میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں بھیجیں اور میں اس کے دس گناہ مٹادوں اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دوں (القول البدیع)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پاک پڑھو کیونکہ مجھ پر درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور تمہارے باطن کی پاکیزگی ہے اور جو مجھ پر ایک بار بھی درود پاک پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا (القول البدیع)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پاک پڑھنے والے کو پل صراط پر عظیم نور عطا ہوگا اور جس کو پل صراط پر نور عطا ہوگا وہ اہل دوزخ سے نہ ہوگا۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار پانچ افراد دن رات محبوب کبریاء ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتے تھے تا کہ آپ ﷺ کی خدمت کی جائے۔ ایک دن آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ آپ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھا اور سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور مجھے فرمایا۔ تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ اب میں حضور کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا تو رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دے گا (القول البدیع)۔

☆ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا جب بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اب بندے کی مرضی ہے کہ وہ درود پاک کم پڑھے یا زیادہ پڑھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ ایک مرتبہ باہر فضاء میں تشریف لے گئے اور کوئی پیچھے جانے والا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر گھبرائے اور لوٹا لے کر پیچھے ہوئے تو دیکھا کہ محبوب کریم ﷺ ایک بالا خانہ میں سر بسجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ کر بیٹھ

گئے اور جب رحمت دو عالم ﷺ نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا۔اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نے بہت اچھا کیا کہ تو مجھے سربسجود دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ اے اللہ کے حبیب جو کوئی آپ ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے درجے بلند کرے گا (سعادۃ الدارین)۔

☆ سیدنا ابو کامل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔اے ابو کامل جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں کہ اگر آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر درود پاک ہی وظیفہ بنالوں تو کیسا رہے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت کے تیرے سارے معاملات کے لئے کافی ہے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اپنے رب کریم کی حمد کی اور مجھ پر درود پاک پڑھا تو اس نے خیر کو اپنی جگہوں سے ڈھونڈ لیا (بقول البدیع)۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا یہاں تک کہ آقا دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود پیش نہ کیا جائے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور قیراط احد پہاڑ جتنا ہے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تم میں سے وہ شخص ہر مقام اور ہر جگہ پر میرے زیادہ قریب ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر درود پاک کی کثرت کی ہوگی اور تم میں سے جو جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو کہ اس درود پاک کو لے کر میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیئے آتے ہیں اور وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ یہ درود پاک کا ہدیہ فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا فلاں قبیلے کا ہے نے بھیجا ہے۔تو میں اس درود پاک کو نور کے سفید صحیفے میں محفوظ کر لیتا ہوں (سعادت دارین)۔

☆ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو مجھ پر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک پڑھا کرو' کیونکہ میری امت کا درود پاک مجھ پر ہر روز پیش ہوتا ہے' لہذا جس نے مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا اس کی منزل مجھ سے زیادہ قریب ہوگی۔

☆ حضرت عامر بن ربیعہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جان کائنات ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے دوران خطبہ فرماتے سنا۔بندہ جب تک مجھ پر درود پاک پڑھتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں۔اب تمہاری مرضی ہے کہ تم مجھ پر درود پاک کم پڑھو یا زیادہ۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا میں نے آج رات عجیب منظر دیکھا کہ میرا ایک امتی پل صراط پر سے گزرنے لگا۔ کبھی وہ چلتا ہے کبھی گرتا ہے کبھی لٹک جاتا ہے تو اس کا مجھ پر درود پاک پڑھا ہوا آیا اور اس امتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا اور پکڑے پکڑے اس کو پار کر دیا (سعادۃ الدارین)۔

☆ حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر یہ کہا خداوندا! انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما۔ اس درود پڑھنے والے کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی (مسند امام احمد)۔

☆ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے راحت جاں ﷺ کو فرماتے سنا ہے جو مجھ پر درود پاک پڑھے، میں اس کا قیامت کے دن شفیع ہوں گا (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو اس لئے کہ تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے درجہ اور وسیلہ کی دعا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا وسیلہ تمہارے لئے شفاعت ہے (جامع صغیر جلد اول)۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم شفیع اعظم سرور عالم ﷺ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ دربار الٰہی میں حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو، اسے چاہئے کہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کرے (القول البدیع)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا جب مجھ پر کوئی شخص سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور حضور ﷺ کی امت کی طرف سے حضور ﷺ کو سلام پہنچاتے ہیں (نسائی شریف وسنن دارمی)۔

☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پاک پڑھتے رہا کرو بے شک تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے۔

☆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے جو شخص مجھ پر درود پاک بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں کا بیٹا ہے اور اس نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ راحت جان ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس پر اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس پر اللہ خود درود بھیجتا ہے۔ اس کے لئے ساتوں زمینوں اور آسمانوں کی ہر چیز چرند پرند شجر و حجر دعا کرتے ہیں (القول البدیع)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دعا ایسی نہیں کہ اس میں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہ ہو مگر جب کوئی شخص مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو اس درود پاک کی برکت سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور دعا درود پاک کے ہمراہ بارگاہ الٰہی میں درجہ قبولیت پر پہنچتی ہے اور اگر کوئی شخص دعا مانگنے کے ساتھ مجھ پر درود نہیں بھیجتا تو اس کی دعا الٹی لوٹ کر آ جاتی ہے (القول البدیع)۔

☆ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کونین ﷺ نے ایک مرتبہ فضائل حج بیان فرمائے کہ جو حج کر کے جہاد کو جائے تو ایک جہاد کا ثواب چار سو بار حج کے برابر پائے گا۔ وہ لوگ جن میں طاقت نہ تھی اس بات کو سن کر مایوس اور دل شکستہ ہونے لگے۔ محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا وہ ایسی جزا پائے گا جو چار سو (۴۰۰) مرتبہ جہاد کرنے والے کو ملنی چاہئے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمان مصافحہ کے وقت درود پڑھتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے رب غفور رحیم ان کے سب کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ہر جمعہ کے دن درود پاک کی کثرت کیا کرو کیونکہ یہ دن اہم و مشہور ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو بندہ مجھ پر درود پاک پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے، وہ بندہ جہاں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی آپ تک درود پڑھنے والوں کی آواز پہنچے گی۔ فرمایا ہاں وصال کے بعد بھی سنوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ حرام کر دیئے ہیں (جلاء الافہام)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں سے فرشتے روانہ کرتا ہے۔ ان کے پاس سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ وہ جمعرات کے دن اور جمعہ کی شب میں جو حضور پرنور ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اس کا نام لکھ لیتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا (القول البدیع)۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور اس میں محبوب کریم ﷺ کے نام پر درود پاک نہیں پڑھتے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو گئے لیکن ان پر حسرت طاری ہو گی جب وہ جنت میں درود پاک کی اعلیٰ جزاء دیکھیں گے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑا بخیل کون ہے اور لوگوں میں عاجز کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے اور عاجز وہ ہے جو درود پڑھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوئی تلاش کرنے لگیں۔ اچانک محبوب کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی روشنی سے سارے گھر میں روشنی ہو گئی اور سوئی مل گئی۔ ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کا چہرہ مبارک کتنا روشن ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ویـــــل یعنی ہلاکت ہے اس بندے کے لئے جو مجھے قیامت کے دن نہیں دیکھ سکے گا۔ عرض کی یا رسول اللہ وہ کون ہو گا جو آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ بخیل ہے۔ عرض کیا بخیل کون ہے۔ فرمایا جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا (القول البدیع)۔

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑے ظلم و جفا کی بات ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور وہاں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ محبوب کریم ﷺ پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن وہ خسارے میں ہوں گے۔ پھر اللہ چاہے تو انہیں عذاب میں مبتلا کرے یا انہیں بخش دے (القول البدیع)۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قوم جمع ہو اور اس حالت میں اٹھ کر چلی جائے کہ انہوں نے نہ اللہ کا ذکر کیا اور نہ محبوب کریم ﷺ پر درود پڑھا تو وہ یوں اٹھے جیسے وہ بدبودار مردار کھا کر اٹھے (القول البدیع)۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رحمت کائنات ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوئے تو کہا آمین۔ یونہی دوسری اور تیسری سیڑھی پر آمین کہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس تین بار آمین کہنے کا کیا سبب ہوا تو فرمایا۔ جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا بد بخت ہے وہ شخص کہ جس نے رمضان المبارک پایا لیکن روزے نہ رکھ کر بخشا نہ گیا۔ میں نے کہا آمین۔ دوسرا بد بخت وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی میں والدین کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور انہوں نے (خدمت کے سبب) اسے جنت میں نہ پہنچایا (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا) میں نے کہا آمین۔ تیسرا وہ شخص جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر پاک ہوا اور اس نے آپ ﷺ پر درود پاک نہ پڑھا تو میں نے کہا آمین۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نقل ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

درود شریف کے فیوض و برکات

درود شریف پڑھنے سے حسب ذیل فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں اس کے فوائد بے شمار ہیں:۔

۱۔ درود شریف پڑھنے سے تکالیف دور ہوتی ہیں۔

۲۔ روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔
۳۔ خطرات اور خوف ٹل جاتے ہیں۔
۴۔ تہمتوں سے نجات ملتی ہے۔
۵۔ دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔
۶۔ درود شریف سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔
۷۔ دل میں عشق محبوب کریم ﷺ پیدا ہوتا ہے۔
۸۔ طہارت ذات نصیب ہوتی ہے۔
۹۔ مال واولاد میں برکت ہوتی ہے بلکہ ایک روایت میں چار پشتوں تک اس کی برکات رہتی ہیں۔
۱۰۔ صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔
۱۱۔ قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملتی ہے۔
۱۲۔ دنیا کی ہلاکتوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے اور زمانے کی تنگیوں سے خلاصی حاصل ہوتی ہے۔
۱۳۔ غربت ختم ہوتی ہے۔
۱۴۔ مومن پل صراط سے پلک جھپکتے ہی گزر جائے گا۔
۱۵۔ درود شریف کے ورد سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔
۱۶۔ دائمی حضوری مجلس محمدی ﷺ اور دیدار حق تعالیٰ کے لئے مرشد کامل تک راہنمائی ہوتی ہے۔
۱۷۔ ملائکہ درود شریف پڑھنے والے سے محبت کرتے ہیں۔
۱۸۔ سب سے بڑی بات محبوب کریم ﷺ کی طرف سے جواب سلام کے حصول کا شرف حاصل ہوتا ہے۔
۱۹۔ درود شریف کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس کثرت سے ''فرقہ حق'' کی پہچان ہوتی ہے اور رحمت دو جہاں ﷺ اس کی فرقہ حق کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں۔
۲۰۔ اور اس کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ عشاق کو کائنات کی سب سے بڑی دولت یعنی محبوب کریم ﷺ کے دیدار کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

درود شریف کے بے شمار فیض و برکات ہیں اور یہ ایسی اہم عبادت ہے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔

اللہ قادر و کریم ہمیں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

مصیبت اور وبا آنے سے پہلے اور بعد میں کی جانے والی دعائیں

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص یہ دعا شام کو تین مرتبہ پڑھے گا تو اسے صبح تک اچانک کوئی مصیبت نہ پہنچے گی

اور جو شخص تین مرتبہ صبح کے وقت اسے پڑھے تو اسے شام تک اچانک کوئی مصیبت نہ پہنچے گی''۔

بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی

الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

''اللہ تعالیٰ کے نام سے، جس کے نام کے ساتھ آسمان وزمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے''۔ (ابوداؤد:5088)

اللہ تعالیٰ سے صبح شام عافیت کی دعا کرنا

اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ

فِیْ بَصَرِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ

وَالْفَقْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ○

''اے اللہ! مجھے میرے جسم میں عافیت دے۔ اے اللہ! مجھے میرے کانوں میں عافیت دے۔ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اے اللہ! میں کفر اور تنگ دستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں''۔ (ابوداؤد:5090)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دُعا سکھائی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ

وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَیِّءِ الْأَسْقَامِ ○

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برص، دیوانگی، کوڑھ اور تمام بُری بیماریوں سے''۔ (ابوداؤد:1554)

''جو شخص کسی شخص کو مصیبت میں مبتلا دیکھے پھر کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ

وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ○

تو اسے یہ بلا نہ پہنچے گی'' (سنن ترمذی:3432)

انگلیاں میری ہیں اور ان میں قلم ہے تیرا ہاتھ میرا ہے مگر اس پر کرم ہے تیرا

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ 'عارفانہ' عاشقانہ چند تحریریں

معجزات محبوب ﷺ	اسلاف کا جذبہ ایثار	وسیلتنا فی الدارین
عشق کی باتیں	اسلاف کا اخلاق	وبالوالدین احسنا
عشق است امام من	اسلاف کا شوق علم	بخشش کے بہانے
حقیقت انساں	شمس الضحیٰ	عاشقانہ تقریریں
دیوان عشق	صاحب الجود والکرم	عشق خیرالوریٰ ﷺ
راحت جاں ﷺ	اسلام میں دل جوئی کا مقام	پیام محبت
پیکر حسن وجمال	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں	وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے
پیکر جمال وکمال	کیا حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے مانگنا جائز ہے؟	اہل دل
نور الھدیٰ	جب بھی مانگو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگو	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
عجب چیز ہے لذت آشنائی	وسیلہ محبوب ﷺ	تجھے اہل ایماں سلام کہتے ہیں

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ
پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد